www.naqshbandiaowaisiah.com




ماہنامہ
# المرشد
لاہور

فروری 2001

## سودی معیشت سے نجات ہی ہمارے مسائل کا حل ہے

امیر تنظیم الاخوان امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ
# المرشد
لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین — نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

فروری 2001
جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 7

مدیر ـــــ چوہدری محمد اسلم
نائب مدیر ـــــ الطاف قادر گھمن
سرکولیشن منیجر ـــ رانا جاوید احمد
کمپیوٹر گرافکس ـ اعجاز احمد اعجاز

CLP No. 3
قیمت 20 روپے

## اس شمارے میں

| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | حکومت قوم کا مزید امتحان نہ لے (اداریہ) | محمد اسلم | 3 |
| 2 | پیش رفت معاہدہ مابین حکومت و تنظیم الاخوان | امیر محمد اکرم اعوان | 5 |
| 3 | چکوال کا "مسیحا" | ایاز امیر | 14 |
| 4 | چکوال کا مسیحا۔ جواب حاضر ہے | امیر محمد اکرم اعوان | 17 |
| 5 | چکوال کا مسیحا (تقابلی جائزہ) | ملک امیر حسین | 19 |
| 6 | ملامفت میں بدنام ہے | پروفیسر عبداللہ | 22 |
| 7 | عبرت پکڑنے کا وقت | غیاث الدین جانباز | 24 |
| 8 | بند گلی سے نکلنے کا راستہ | غیاث الدین جانباز | 25 |
| 9 | نفاذ اسلام کے راہی | الطاف قادر گھمن | 27 |
| 10 | باتیں ان کی خوشبو خوشبو | خیمہ بستی کارہائشی | 30 |
| 11 | کلام شیخ | سیماب اویسی | 31 |
| 12 | میڈیا وار | آسیہ اعوان | 32 |
| 13 | ذکر الٰہی | امیر محمد اکرم اعوان | 40 |
| 14 | کثرت دولت انسانیت کے زوال کا باعث ہے | پروفیسر عبدالرزاق | 42 |
| 15 | من الظلمت الی النور | محمد منیر انجم | 46 |
| 16 | انقلاب | امیر محمد اکرم اعوان | 50 |
| 17 | نفاذ اسلام کی طرف پہلا قدم | سیف الرحمن سیف | 62 |

| بدل اشتراک | سالانہ | تاحیات | بدل اشتراک | سالانہ | تاحیات |
|---|---|---|---|---|---|
| پاکستان | 175 روپے | 2700 روپے | برطانیہ اور یورپ | 25 سٹرلنگ پاؤنڈ | 130 سٹرلنگ پاؤنڈ |
| بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش | 400 روپے | 4000 روپے | امریکہ | 45 امریکن ڈالر | 300 امریکن ڈالر |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | 90 سعودی ریال | 700 سعودی ریال | کینیڈا | 50 امریکن ڈالر | 350 امریکن ڈالر |

رابطہ آفس۔ دار العرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی، فیصل آباد۔ فون 542284

ناشر پروفیسر حافظ عبدالرزاق — انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

ہیڈ آفس۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

# اسرار التنزیل

امیر محمد اکرم اعوان کے ایمان افروز قلم سے لکھی گئی تفسیر "اسرار التنزیل" قرآن پاک کی روح کو سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے۔ تصوف کے حوالے سے آیات کی تفسیر بڑے خوبصورت انداز سے کی گئی ہے۔ صاحب تفسیرؒ نے بالکل سادہ انداز سے لکھا ہے۔ تفسیر کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

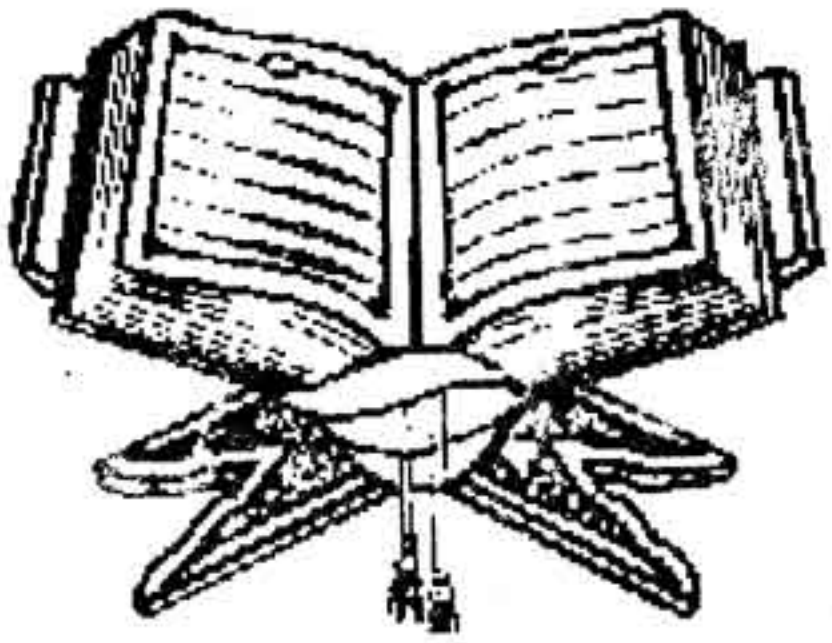

# والدین کے حقوق

والدین دونوں یا ان میں سے ایک اگر بوڑھے ہو جائیں تو انہیں بوجھ نہ سمجھو اور نہ ہی ان کی خدمت میں کوتاہی کر، نہ لہجہ سخت اختیار کر بلکہ اف تک نہ کر اور انہیں سخت الفاظ مت کہہ بلکہ ہمیشہ لطف و محبت سے بات کیا کرو۔ بلکہ ان کی خدمت کے لئے ہر آن خود کو تیار رکھو، اور محبت و شفقت سے ان کی خدمت کے لئے جھکے رہو۔ اور ان کا حق بنتا ہے کہ ان کے لئے دعا بھی کیا کرو کے اے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے میرے بچپن میں آرام پہنچایا تو انہیں بڑھاپے اور کمزوری میں اپنی رحمت سے نواز۔ اللہ کریم تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے اگر دانستہ یا غلطی سے کوئی گستاخی سرزد ہو بھی گئی مگر دلی طور پر ایسا کرنا نہ چاہتا ہو تو اللہ کریم خوب جانتے ہیں ارادہ نیک رکھو تو کوتاہی معاف کر دیتا ہے۔ جب انسان کو احساس ندامت ہو اور اس سے باز آجائے۔ والدین کے بعد قرابت داروں کا حق ہے کہ ان سے حسن سلوک کیا جائے۔ اگر محتاج ہوں تو مال سے مدد کی جائے یا محتاج ہوں تو خیال رکھا جائے ورنہ عزت و احترام ان پر احسان نہیں ان کا حق ہے۔ ایسے ہی مساکین و غرباء کا خیال رکھو کہ ان سے شفقت، ان کی دیکھ بھال اور ان کی مالی مدد یہ سب ان کا حق ہے جو ایک مسلمان کے ذمہ ہے اور مسافر غریب الوطن بھی تمہارے حسن سلوک کا مستحق ہے۔ اللہ کریم نے ان کی خدمت بقدر استطاعت ان کا حق قرار دی ہے ان پر احسان نہیں جتایا جا سکتا۔ اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو بے موقع اور غیر ضروری امور میں خرچ مت کرو کہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ محض اپنی بڑائی منوانے کو اللہ کا دیا ہوا مال ناجائز امور اور غلط مواقع پر ضائع کرتے ہیں۔ اور شیطان تو اپنے پروردگار کا نافرمان ہے۔ ہاں اپنی جائز خواہشات کو اپنی حیثیت کے مطابق پورا کرنا فضول خرچی میں داخل نہ ہوگا لیکن اگر تمہارے پاس دینے کو کچھ نہ ہو کہ کسی مستحق کی مدد کر سکوں تو ان سے بات بہت نرم لہجے میں اور محبت و شفقت سے کرو سختی سے یا ڈانٹ کر مت بولو۔ کہ اسلامی اخلاق کو ضائع نہ ہونے دو۔ اور مال خرچ کرنے میں حسن انتظام کا اہتمام کرو کسی بدنظمی کا شکار نہ ہونا چاہئے کہ یا تو اس قدر کنجوس بن جائے کہ گویا اس کے ہاتھ اپنے ہی گردن سے، بندھے ہوں یعنی جائز امور میں بھی دولت ضائع کرتا رہے۔ حتیٰ کہ خود قلاش اور مفلس ہو کر ٹھوکریں کھانے لگے غرض ایک اعتدال ہونا ضروری ہے کہ مال میں تنگی یا فراخی ہوتی رہتی ہے تو خرچ کا اندازہ بھی اس حیثیت کے مطابق اپنایا جائے کہ یہ پروردگار کا نظام ہے جو روزی کو بڑھا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے وہ گھٹا بھی دیتا ہے۔ لہذا فراخی کی حالت میں فضول خرچی کر کے تکبر کا اظہار نہ کرے اور تنگی میں ناروا طریقے اپنا کا نافرمان نہ بنے بلکہ زندگی اور معاملات و اخراجات کو اعتدال کی راہ پر رکھے کہ بلاشبہ رب کریم اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں ہر آن دیکھ رہا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل...پارہ 15)

www.naqshbandiaowaisiah.com

# اداریہ

## نفاذ اسلام

# حکومت قوم کے صبر کا مزید امتحان نہ لے

گزشتہ ماہ تنظیم الاخوان اور حکومت کے درمیان نفاذ اسلام کے لئے ہونے والے معاہدے کے بعد الاخوان اور حکومتی نمائندوں کی یکم جنوری اور 12 جنوری 2001ء کو یکے بعد دیگرے دو نشستیں ہوئیں۔ تنظیم الاخوان کی طرف سے ان مذاکرات میں امیر محمد اکرم اعوان کی نامزد کردہ کمیٹی کے افراد نے شرکت کی، جن میں مقبول احمد شاہ کھگہ، چوہدری بشیر احمد، اور ڈاکٹر رفیق احمد شامل تھے۔ حکومت کی طرف سے وزارت مذہبی امور کے نمائندوں نے مذاکرات میں شرکت کی۔ ان نشستوں میں ملک کے مختلف شعبوں کا نظام اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے تفصیلی گفت و شنید ہوئی۔ اسی دوران وفاقی وزیر مذہبی امور محمود احمد غازی کی طرف سے ملک کے معاشی نظام کو یکم جولائی 2001ء تک سود سے پاک کرنے کا اعلان بھی کیا گیا۔

نفاذ اسلام کے لئے تنظیم الاخوان اور حکومت کے درمیان مذاکرات اور وزیر برائے مذہبی امور محمود احمد غازی کی طرف سے سود کے خاتمے کے اعلان، دونوں اقدامات پر قوم نے مسرت کا اظہار کیا ہے۔ خاص طور پر عوامی، سماجی اور مذہبی حلقوں نے اس بات پر اطمینان ظاہر کیا ہے کہ کسی مذہبی جماعت کی تحریک کو پہلی بار حکومتی سطح پر سنجیدگی سے لیا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تنظیم الاخوان روایتی مولویوں کی جماعت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ماٹو دوسری جماعتوں جیسا ہے۔ الاخوان نے لوگوں کو اسلام کی اصل روح سے روشناس کیا ہے اور انہیں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے شعور دیا ہے۔ تنظیم الاخوان کی اسی پالیسی کی وجہ سے حکومت کو اس بات پر مجبور ہونا پڑا کہ وہ اس جماعت کے رہنماؤں سے نفاذ اسلام کے لئے مذاکرات کرے۔

تنظیم الاخوان اور حکومت کے درمیان مذاکرات پر جہاں عوامی حلقوں میں خوشی محسوس کی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان مذاکرات کی ست رفتاری پر بعض خدشات بھی پائے جاتے ہیں کیونکہ ہم

www.naqshbandiaowaisiah.com



سب یہ جانتے ہیں کہ سرکاری اداروں میں موجود بیوروکریسی پر مغربی طاقتوں کا تسلط ہے۔ ان اداروں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صرف اور صرف مغربی طاقتوں کی خوشنودی کے لئے اسلام دشمنی پر تلے ہوئے ہیں' انہی افراد کی وجہ سے آج تک ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ ہو سکا اور قوم اسلامی نظام کے ثمرات سے استفادہ نہ کر سکی۔ دراصل ان مغربی آلہ کاروں نے نفاذ اسلام کی جدوجہد کو ہمیشہ یہ کہہ کر سبوتاژ کرنے کی کوشش کی کہ "اسلام صرف عبادات یعنی نماز' روزے' حج زکوۃ وغیرہ کا نام ہے اور پاکستان میں ہر شہری کو ان عبادات کی ادائیگی کی مکمل آزادی ہے۔"

ادھر الاخوان نے قوم کو بھی یہ بات سمجھادی ہے کہ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے۔ اسلام حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو احسن انداز میں پورا کرنے کا نام ہے۔ اسلام غربت کے خاتمے کے نام ہے۔۔۔۔ اسلام ناانصافی ختم کرنے کا نام ہے۔۔۔۔ اسلام ظلم و جبر کے خاتمے کا نام ہے۔۔۔۔ اسلام اس نظام کا نام ہے جس میں غریب کو اس کا حق اس کے دروازے پر ملتا ہے۔۔۔۔ امیر اور غریب کے بچوں یکساں تعلیم کی سہولتیں میسر آتی ہیں۔۔۔۔۔۔ بیمار کو دوا اور صحت کی بنیادی سہولتیں ملتی ہیں۔۔۔۔۔۔ بے روزگار کو روزگار ملتا ہے۔۔۔۔ ظالموں اور بدعنوانوں کو سزا ملتی ہے۔۔۔۔ اسلام اس تفریق کو ختم کرتا ہے جس کی بنا پر معاشرے میں بدامنی اور ظلم کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ اسلام کی اسی اصل روح کو عام لوگوں تک پہنچانے میں الاخوان نے تسلسل کے ساتھ جدوجہد کی یہی وجہ ہے کہ اب حکومتی ایوانوں میں بیٹھے اسلام دشمن مغربی آلہ کاروں کا سامنا کرنے کے لئے ہر شعبے میں ماہرین کی ایک بڑی تعداد تیار ہو چکی ہے۔ جو ان آلہ کاروں کی ہر بات کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی ہر سازش کو بے نقاب کرنے کی اہلیت ان ماہرین کے پاس ہے۔

حکومتی ایوانوں میں بیٹھے مغربی آلہ کار اس خام خیالی سے نکل آئیں کہ غیر ملکی دولت اور پشت پناہی کے بل بوتے پر وہ الاخوان کی تحریک کو سبوتاژ کر دیں گے اگر انہوں نے ایسی کوئی کوشش کی تو الاخوان کے جانثار سپاہی ان سے ٹکرانے کی صلاحیت اور پوری جرات رکھتے ہیں۔ ہم حکومت کو بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان "الجزائر" نہیں ہے۔ پاکستانی قوم اپنے مذہب اور دین سے جو والہانہ تعلق اور عقیدت رکھتی ہے اس کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرانے سے گریز نہیں کرتی۔ پاکستان کے غیور لوگ مسلسل سیاسی اور فوجی حکومتوں کی نااہلی کی وجہ سے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے وہ اپنی قیمتی سے قیمتی چیز جان تک قربان کر دیں' اس لئے حکومت اب قوم کے صبر کا مزید امتحان نہ لے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# پیش رفت معاہدہ مابین حکومت و تنظیم الاخوان

اس ظلم کو روکنے کے لئے اس طاقت کے خلاف جو مسلمان اور اسلام کے درمیان دیوار بنی ہوئی ہے۔ اسے توڑنے کے لئے ہم نے موت کی بیعت کی بھی تھی اور لی بھی تھی' ملک میں یا اسلام نافذ ہوگا یا موت کی بیعت کرنے والوں کا خون اس ملک کی تاریخ لکھے گا

**خطاب امیر محمد اکرم اعوان**

**جامعہ اویسیہ' لاہور 5-1-2001**

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

**وتعاونو علی البر والتقوی ولا تعاونو علی الاثم والعدوان o اللھم سبحنك لاعلم لنا الا ماعلمتنا انك انت العلیم الحکیم o مولا یا صلے وسلم دائما ابدا علی حبیبك من ذانت به العسرواo**

پچھلے دنوں رمضان المبارک کی مبارک سعادتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کرنے کی توفیق الاخوان کو بخشی بے شمار احباب اس کو جاننے کے خواہش مند ہیں تفصیلات جاننا چاہتے ہیں بے شمار سوال کیوں اور کیسے کے ہیں۔ کچھ اعتراضات ''موت پہ بیعت'' پر ہیں۔ اور غالباً آخری سوال یہ ہے کہ اگر موت پر بیعت کی تھی تو پھر یہ لوگ مرے کیوں نہیں۔ اس مختصر وقت میں سب پر مفصل گفتگو کرنا ممکن بھی نہیں ہے اور میں اسے موضوع بحث لانا بھی نہیں چاہتا۔ موت پر بیعت سنت ہے نبی کریم علی صاحبہ صلوۃ والسلام کی لیکن آپ نے کیوں لی تھی۔ جبکہ حیات طیبہ میں اسّی سے زیادہ غزوات و سرایہ ہیں اور کسی غزوے یا سرایہ میں نبی ﷺ نے موت پر بیعت نہیں لی۔

موت پر بیعت حدیبیہ کے مقام پر ہوئی تھی اور حدیبیہ کوئی جنگی مشن نہیں تھا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب مبارک دیکھا کہ آپؐ

> اقتدار ہماری منزل نہیں ہے الیکشن ہمارا راستہ نہیں' ہمارا مطالبہ ہے کہ جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیا جائے اور ہر شہری کو ضروریات زندگی' خوراک' رہائش لباس باآسانی فراہم کی جائے

عمرہ فرما رہے ہیں اور خدام بھی ساتھ ہیں نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ صحابہ نے سن کر عرض کیا کہ حضورؐ ہم بھی بڑے ترس گئے ہیں بیت اللہ کی زیارت کو۔ اگر حضورؐ مناسب سمجھیں تو غیر مسلح طور پر صرف عمرہ کی نیت سے ہم مکہ مکرمہ چلے جائیں۔ نبی کریم ﷺ چودہ کے قریب صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔ جبکہ آپ نے عمرہ کے لئے احرام باندھے ہوئے تھے اور کسی کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ اہل مکہ نے اسے اپنی کمزوری سمجھا کہ اگر اللہ کے رسولؐ اور ان کے صحابہ مکہ میں بیت اللہ میں عمرہ کر کے صحیح سلامت چلے جائیں گے تو دنیا یہ سمجھے گی کہ یہ طاقتور ہیں اور ہم پر ان کا غلبہ ہوگیا اور ہم کمزور ہیں۔ چنانچہ انہوں نے طے کر لیا کہ ہم روکیں گے اور مقام حدیبیہ پر ان کی روکنے والی فورسز بھی اور ان کے پیغامات بھی اور ان کے گھڑ سوار بھی نمودار ہوئے اور قافلہ اسلام کو نبی علیہ السلام کی معیت میں روک لیا۔ بہت سے واقعات ہوئے کئی دن سفارش چلتی رہی نبی کریمؐ نے ان مخلصین سے بیعت لی موت پر اور اس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے اور اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے کہ اس بیعت کے فعل پر اللہ کی رضامندی کی سند قرآن مجید میں نازل ہوئی۔ کس بات پر بیعت تھی کہ اہل مکہ سے ضرور لڑنا ہے؟ نہیں' موت کی بیعت اس رکاوٹ پر تھی جو بیعت اللہ کے اور اللہ کے رسولؐ کے درمیان ڈالی جا رہی تھی۔ موت کی بیعت اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لئے تھی۔ جو مسلمانوں کے' محمد رسول اللہؐ کے اور آپ کے صحابہ اکرام کے اور بیت اللہ شریف کے درمیان ڈالی جا رہی تھی کہ اگر ہمیں ایک ایک کر کے جان بھی قربان کرنا پڑی تو ہم آخری آدمی تک قربان ہوں گے۔

ہم نے موت کی بیعت کیوں لی؟ وطن

www.naqshbandiaowaisiah.com



عزیز میں سنہ ہجری یا قمری کے حساب سے پچپن برس بیت گئے ہیں اور شمسی کے اعتبار سے ترپن برس بیت گئے ہیں۔اس کا حصول اسلام' اسلامی نظام' اسلامی عدالت' اسلامی معیشت' معاشرت اور مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے ہوا تھا۔ پچپن سال سے سیاسی حکومتیں رہی ہوں یا فوجی' کوئی طاقت ہے جو مسلمانوں اور اسلام کے درمیان حائل ہے۔ معاشی نظام سودی ہے اور مسلسل چل رہا ہے۔ اس پر شریعت بنچ نے فیصلہ کیا' شرعی عدالت نے فیصلہ کیا' پھر ہائی کورٹ نے کیا' پھر سپریم کورٹ نے کیا' لیکن سارے فیصلے اپنی جگہ' سودی نظام اپنی جگہ چل رہا ہے۔ اور جس معاش کی بنیاد سود پر ہو اس کی مزید خرابیوں کی تفصیل میں جانا فضول ہے کیونکہ سود بجائے خود اتنی بڑی خرابی ہے کہ مجبور' بے بس اور بے کس سے لیکر طاقتور اور دولتمند کو دیتا ہے۔ اسی طرح تعلیمی نظام' کسی آزاد ملک یا آزاد قوم کا نہیں ہے بلکہ انگریز نے اپنے غلبے کے بعد ایک نظام ترتیب دیا تھا کہ اس ملک کے فرزند اپنی ذات اپنی حیثیت اپنے نظریات' اپنے ماضی سے آگاہ نہ ہوں۔ چند حروف انگریزی کے لکھنا پڑھنا سیکھ جائیں تاکہ حکومت چلانے کے لئے اس کو کلیریکل سٹاف میسر آجائے۔ اسے کچھ لوگ مل جائیں' کیونکہ ہر بندہ انہیں Import نہیں کرنا ہوتا۔ وہ غلامانہ اور نوآبادیاتی نظام جو تھا ابھی تک چل رہا ہے۔ پھر اس میں مدارج ہیں۔ درجہ بندیاں ہیں۔ خاص لوگوں کے بچوں کے لئے خاص سکول ہیں جیسے آپ کے شہر میں ایچی سن سکول ہے۔ برن ہال ہے ایبٹ آباد میں یا مری میں ہے۔اس طرح کے سکول ہیں جہاں اونچے طبقے کے بچے پڑھتے ہیں۔ وہاں سے وہ باہر غیر ملکی اداروں میں چلے جاتے ہیں وہاں سے جب وہ آتے ہیں تو بیوروکریٹ بھی وہی ہوتے ہیں' حکمران بھی وہی ہوتے ہیں' وزیر بھی وہی ہوتے ہیں اور سیاست دان بھی وہی ہوتے ہیں۔ باقی لوگوں کے لئے جو سکول ہیں اور انہیں حکومت خود ٹیلو سکول کہتی ہے اور آپ نے دیکھا کہ پچھلے

**اسلام کے عادلانہ نظام کفالت کو نافذ کیا جائے اور بیت المال سے تمام غرباء یتیموں اور بے روزگاروں کو وظیفے دیئے جائیں**

سال ان میں فوجیوں نے کتنے دریافت کئے جنہیں گھوسٹ سکول کہا جاتا ہے جن کا نام تو ہے' سٹاف تنخواہیں بھی لے رہا ہے' بل بھی بن رہے ہیں' لیکن زمین پر ان کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ جب تعلیم ہی غلام ہو' تو قوم میں آزادیٔ رائے کہاں سے آئے گی۔

اس سے بھی زیادہ شرم کی بات ہے کہ انگریز نے جب تعزیرات ہند بنائی تو تقریباً 1800ء میں اسے مکمل کر لیا۔ اس میں کچھ ضابطے 1820ء' 1830ء کی دہائی کے' کچھ 1860ء اور آخری ضابطے 1880 اور 1890 کی دہائی کے ہیں۔ غالباً 1880ء تک تعزیرات ہند مکمل ہوگئی۔ جس کا ایک حصہ محمڈن لا کہلاتا تھا۔ جس میں مسلمانوں کے خصوصی مذہبی عقائد کے بارے وراثت' نکاح' طلاق کے بارے معاملات تھے جو انہوں نے اپنی پسند سے دیئے تھے یعنی حکومت انگلشیہ کو ناگوار نہ ہوں وہ دے جائیں یا انہیں اس طرح تبدیل کر دیا جائے جس طرح تاج برطانیہ چاہتا ہے۔ ترپن سال بعد وطن عزیز میں اسی پینل کوڈ کو تعزیرات ہند کی بجائے تعزیرات پاکستان لکھ کر لاگو کر دیا گیا۔ آج بھی ہمارے جج صاحبان جب فیصلہ کرتے ہیں تو قانون کا اور اس کے اجراء کا حوالہ ساتھ دینا پڑتا ہے۔ یہ سزا فلاں قانون کے تحت جو فلاں سال بنا' دی جاری ہے یا اس کو اگر بری کیا جا رہا ہے تو اس کو فلاں قانون' فلاں ضابطے کے تحت جو فلاں سال میں بنا۔ میں نے عدالتوں کے فیصلے پڑھے ہیں کہ اسے سزائے موت دی جاتی ہے تعزیرات پاکستان مجریہ 1835ء کے تحت۔ پاکستان بنا 1947ء میں اور قانون تعزیرات پاکستان مجریہ 1835ء۔

بھئی! کون طاقت ہے جو یہ ظلم مسلمانوں پر مسلط کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح سیاسیات کو لے لیجئے وہی کھیل ہر بار دہرایا جاتا ہے۔ ایک طبقہ انگریز نے پیدا کیا تھا اور وہ طبقہ تھا غداروں کا' وطن فروشوں کا' دین فروشوں کا' جب پنجاب پر غلبہ ہوگیا انگریز کا' تو مجاہدین منتشر ہوگئے کسی بھی مجاہد کو گرفتار کروانے پر دو مربع انعام

www.naqshbandiaowaisiah.com



ڈیکلیئر کیا تھا برطانیہ نے۔ ہمارے ایک معروف سیاستدان جو اسمبلی کے سپیکر بھی رہے ہیں اور آج کل بھی سرگرم ہیں' مختلف شعبوں کے وزیر بھی رہے ہیں' ان کے والد گرامی نے 500 مربع لئے تھے 250 مجاہدین کو گرفتار کرا کے۔ ان غازیوں کو جو اس کفر کے خلاف لڑتے رہے۔ انہوں نے چن چن کر گرفتار کروایا۔ مسلمان حکمرانوں نے دینی مدارس کو جاگیریں دے رکھی تھیں۔ ان کے بورڈ آف ڈائریکٹر مقرر کئے تھے۔ مساویانہ تعلیم تھی' ایک نظام تعلیم تھا پورے ملک کا۔ بادشاہ کا بیٹا بھی وہیں پڑھتا تھا جہاں فقیر کا بیٹا پڑھتا تھا اور وہی سہولتیں اسے بھی تھیں۔ بلکہ اورنگ زیب عالمگیر نے درخواست کی تھی کہ میرے بچوں کو شاہی قلعے میں پڑھا دیا جائے تو کوئی استاد تیار نہ ہوا تھا کہ پھر دوسرے بچے کیا کریں گے اگر بادشاہ کے بچے کو شاہی قلعہ میں پڑھانے جائیں۔ یا شاہی قلعہ کو کھول دو اور اس کو سکول بنا دو یا پھر اپنے بچوں کو سکول بھیجو۔ وہ جاگیریں انگریز نے چھینیں۔ نوے فیصد مدارس کی جاگیریں ہیں اور دس فیصد جو خالی رقبہ پڑا تھا ان لوگوں کو دیا گیا جنہوں نے دین بھی بیچا اور وطن بھی بیچا اور انگریز حکومت کے لئے قوت کا سبب بنے۔ انگریز کے جانے کے بعد آج تک یہ طبقہ ہماری سیاست پر مسلط ہے۔ آج جو انتخابات فوجی حکومت نے کرائے ہیں اس میں بھی اگر جاگیردار خود نہیں آیا تو اسی کے بیٹے' بھتیجے پوتے آئے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار ہمارے وزیر موصوف بھی کر رہے ہیں کہ ہم اس کو نہیں روک سکتے۔ ارے ان کو مت روکو۔ لیکن ان ظالموں سے جاگیریں تو لے لو' اس لئے کہ جاگیر میں بیٹھا ہوا ہر بندہ اس کی مرضی کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتا۔ ان کی پسند کے خلاف درخواست کیسے دے گا۔ ووٹ کس کو دے گا۔ ہندوستان میں شروع میں ہی سردار پٹیل نے یہ قانون پیش کیا اور اسمبلی نے اسے نافذ کر دیا ہندوستان میں تین سو پچیس وہ ریاستیں تھیں جو مسلمان حکمرانوں کے عہد میں تھیں اور انگریز سے پہلے کی تھیں اور وہ خود مختار ریاستیں

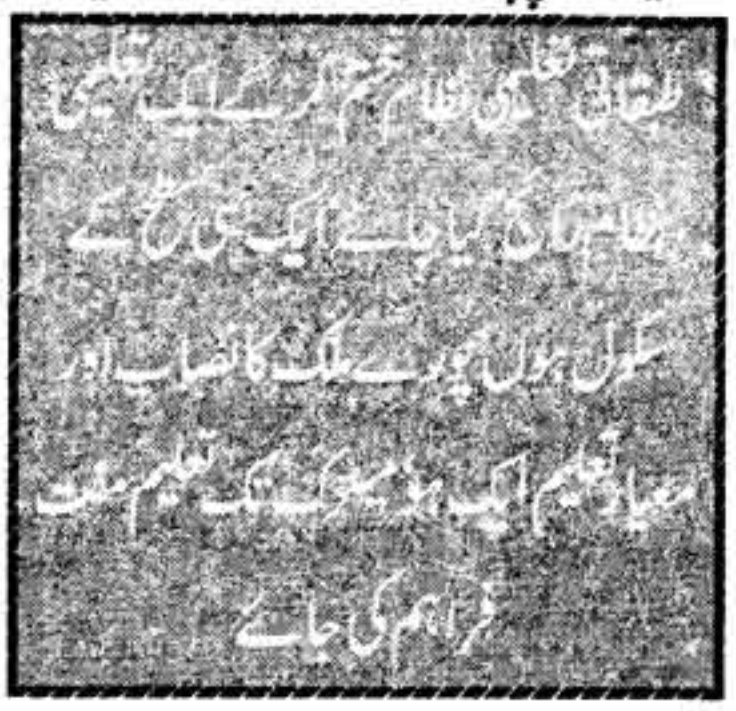

تھیں۔ انہیں بھی ان جاگیروں میں شامل کیا گیا جو انگریز نے دی تھیں۔ تمام وہ جاگیریں جو انگریز نے دی تھیں قانون بن گیا کہ واپس حکومت کو دی جائیں۔ جاگیر کے والیوں' راجوں' مہاراجوں نے بڑا مقدمہ لڑا' کہ جناب ہمارے باپ دادا کی ریاستیں ہیں۔ انہیں کہا گیا کہ جب تمہارے باپ دادا نے تاج برطانیہ کے سامنے سرنڈر کر دیا تو یہ حکومت برطانیہ کی ہیں۔ تمہارے باپ دادا کی نہیں ہیں انہوں نے تو سرنڈر کر دیا تھا لہذا اب یہ واپس دو۔ پاکستان میں آج تک وہ جاگیریں واپس نہ ہو سکیں اور آپ جتنی بار الیکشن کروالیں جاگیردار کی پروردہ نسل' جاگیردار کے لوگوں کو آپ نہیں روک سکتے۔ کیونکہ جو لوگ اس جاگیر پر بیٹھے ہیں جاگیردار ان کی زندگی اور موت کا مالک بنا ہوا ہے۔ اس ظلم کو روکنے کے لئے' اس طاقت کے خلاف جو مسلمان اور اسلام کے درمیان دیوار بنی ہوئی ہے اسے توڑنے کے لئے ہم نے موت پر بیعت کی بھی اور لی بھی تھی۔ اور مرتے دم تک اپنی بیعت پر قائم بھی ہیں۔ اور ایسی کوئی بات نہیں کہ اس کے بعد بیعت ختم ہو گئی۔ ملک میں یا اسلام نافذ ہو گا یا موت کی بیعت کرنے والوں کا خون اس ملک کی تاریخ لکھے گا۔

جو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں' ہم پر تنقید کرتے ہیں' جن کے ذہن میں بہت سے سوال ہیں وہ دیکھ لیں کہ اللہ کے بندوں نے سخت سردی میں پورا رمضان سنگلاخ چٹانوں میں جان دینے کے لئے بسر کیا۔ ہزاروں افراد کا اس چبھتی سردی میں سحر و افطار' ساری رات اللہ کے نام کی یاد' سارا دن مشق اور تیاری' کوئی کام ہمارا زیر زمین نہیں ہے نہ تھا نہ ہو گا۔ اقتدار ہماری منزل نہیں ہے' الیکشن ہمارا راستہ نہیں ہے اس کے لئے اسلام نہ الیکشن کے راستے سے آئے گا اور نہ حصول اقتدار کے لالچ میں سرگرداں ہونے والے لوگ کبھی اسلام نافذ کر سکیں گے۔ کیونکہ انہیں اقتدار دینے والے ان سے انگوٹھے لگوائیں گے تمہیں یہ کرنا ہے یہ نہیں کرنا۔ اللہ کا یہ احسان ہے کہ جتنے لوگ وہاں موجود تھے ان میں سے کسی کو واپس جانے کی تمنا نہ تھی' حکومت نے رابطہ کیا' ہمارا مقصد محض فساد نہیں تھا۔ اگر حکومت اس نظر نہ آنے

www.naqshbandiaowaisiah.com



والی طاقت کا ہاتھ چیخ کر ملک کو اسلامی نظام دے دے تو ہمارے حکمران بھی مسلمان ہیں اور شاید ہم سے اچھے مسلمان ہوں یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون کتنا بہتر ہے۔ حکومت نے رابطہ کر کے جو طے کیا اس میں ہمارے مطالبات یہ ہیں کہ ملک سے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیا جائے اور ہر شہری کو ضروریات زندگی خوراک' لباس باآسانی فراہم کی جائیں۔ تمام شہریوں کو علاج کی سہولتیں مفت فراہم کی جائیں۔ چونکہ یہ اسلامی ریاست ہے اس لئے اسلامی ریاست کو رفاحی ریاست ہونا چاہئے۔ حکومت کہتی ہے کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے تو ہم نے تجویز کیا ہے کہ تمام ٹیکس ختم کر کے زکوٰۃ وعشر کا نظام نافذ کیا جائے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کفالت کو نافذ کیا جائے اور بیت المال سے تمام غرباء' یتیم' بے روزگاروں کو وظیفے دیئے جائیں۔ بوڑھوں' یتیموں اور بیواؤں کی مدد کی جائے۔

سویڈن میں یہ نظام لاگو ہے۔ جسے وہ کہتے ہیں Saint Umer's Rule حضرت عمر کے بنائے ہوئے قانون' برطانیہ میں یہ نظام نافذ ہے جسے وہ کہتے ہیں The Saint Umer's Law حضرت عمرؓ کے بنائے ہوئے قوانین اگر کافر نافذ کر سکتے ہیں تو مسلمان کیوں نہیں کر سکتے۔ نظام زکوٰۃ کے لئے ہم نے زکوٰۃ عشر' صدقات اور قربانی کے چمڑے کو Assess کیا۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق وہ تین کھرب باسٹھ کروڑ بنتی ہیں۔ اس میں بہت سادہ حصہ ہے جس کے اعداد وشمار ہمیں ملے نہیں۔ وفاقی وزیر ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ نے پشاور میں چیمبر آف کامرس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر زکوٰۃ جمع کی جائے' عشر و صدقات شامل کیے جائیں تو وہ رقم سات کھرب روپے بنتی ہے۔ اس کے اعداد وشمار حکومت کے پاس ہیں اور یہ وفاقی وزیر کا وہ جملہ ہے۔ ساڑھے چھ کھرب روپے ہمارا بجٹ ہے۔ جس کے لئے ٹیکس لگائے جاتے ہیں اس میں سے ساڑھے تین کھرب قرضے کی مد میں جاتا ہے اور تین کھرب میں ملکی انتظام چلتا ہے۔ اگر زکوٰۃ سات کھرب جمع ہوتی ہے عشر وقربانی سات کھرب جمع ہوتی ہے تو قرضے ادا کر کے' پورا نظام سلطنت چلا کے رفاہی کاموں کے لئے پیسے بچ جاتے ہیں۔ پھر غریبوں پر ٹیکس کیوں لگائے جاتے ہیں۔

> ایسا معیار تعلیم مقرر کیا جائے کہ جو دینی مدارس سے نکلیں وہ بھی قومی دھارے میں شریک ہو سکیں

نظام تعلیم کے بارے میں طے ہوا ہے کہ ملک کے تعلیمی نصاب کو اسلامی نظریات کے مطابق بنایا جائے۔ طبقاتی تعلیمی نظام ختم کر کے ایک ہی تعلیمی نظام رائج کیا جائے۔ ایک ہی سطح کے سکول ہوں نہ کوئی ایچی سن ہو اور نہ ہی گھوسٹ سکول ہو۔ درمیانی سطح کے سکول ہوں۔ سب کو ایک سطح پر لے آؤ۔ پورے ملک کا ایک نصاب ہو۔ لاہور سے گوجرانوالہ کسی کا تبادلہ ہو جاتا ہے۔ او جی! امتحان تک بچے لاہور میں رہیں گے' پھر گوجرانوالہ جائیں گے۔ کیا ایک ملک نہیں ہے۔ ایک نصاب ہو پورے ملک کا' ایک معیار تعلیم ہو اور میٹرک تک تعلیم مفت فراہم کی جائے۔ کتابیں مفت مہیا کی جائیں اور کوئی فیس نہ لی جائے اور تعلیم لازمی کی جائے۔ دینی مدارس کو ان کا حصہ بجٹ سے دیا جائے۔ ان کی ضرورت کا اندازہ لگایا جائے۔ ان کی عمارت' ان کے اساتذہ' ان کی رہائش گاہیں' ان کی کتابیں وغیرہ کے لئے ہر دینی مدرسے کو اس کی ضرورت کے مطابق بجٹ سے حصہ دیا جائے۔ ان کی کارکردگی کو بھی جانچا جائے اور ایسا معیار تعلیم مقرر کیا جائے کہ جو دینی مدارس سے نکلیں وہ بھی قومی دھارے میں شریک ہو سکیں کہیں ملازمت مل سکے' کہیں کام آ سکیں وہ کسی مفید روزگار میں شامل ہو سکیں۔

سیاسی نظام کے بارے میں ہم نے گزارش کی ہے کہ ہمیں مغربی طرز جمہوریت نہیں چاہئے۔ اسلام کا اپنا ایک سیاسی نظام ہے۔ جو بڑا سادہ اور بڑا واضح ہے۔ مغرب نے جو بت تراشے ہیں اس میں حکمران ذمہ داری نہیں لیتا۔ جہاں کوئی غلطی کرتا ہے لوٹ مار کرتا ہے اگر آپ شکایت کرنے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ نے ووٹ دیئے تھے آپ کا نمائندہ ہے اس کے پاس جائیں۔ حالانکہ وہ غلام اس کا ہوتا ہے' ٹکٹ وہ اسے دیتا ہے وزارت وہ اسے دیتا

www.naqshbandiaowaisiah.com



ہے' اس کی فائلیں بنا کر اپنے قبضے میں رکھتا ہے' جو چاہتا ہے وہ اس سے کام لیتا ہے وہ کہتا ہے آپ کا نمائندہ ہے' آپ نے ووٹ دیئے تھے' آئندہ کسی اچھے آدمی کو ووٹ دیجئے گا۔ اسلام کا نظام بڑا سادہ ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا۔ اکابرین ملت نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو منتخب کر کے مسجد النبویؐ میں اعلان کر دیا اور عامتہ الناس نے بیعت کی۔ انہوں نے فاروق اعظمؓ کو نامزد کر دیا لیکن امیر المومنین تب بنے جب عامتہ الناس نے بیعت کی۔ حضرت علیؓ کو بھی شہادت عثمانؓ کے بعد اس ابتر حال میں انہیں بھی مسجد میں لایا گیا۔ ان کی خلافت کا اعلان کیا گیا عامتہ الناس نے بیعت کی تو امیر المومنین بنے۔ امیر المومنین کے بعد پورے ملک کا انتظام امیر المومنین کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسے گورنر بناتا ہے' کس کو وزیر بناتا ہے کس کو مشیر بناتا ہے۔ اس کے لئے کسی الیکشن کی ضرورت اسلام میں نہیں ہے۔ یہ اس کے ذمے ہے کہ اہل لوگوں کو ان کے مناصب دے۔ اور جہاں کوئی غلطی کرے لوگ خلیفہ کا دامن پکڑیں کہ تیرے نمائندے نے یہ غلط کام کیا۔ اسلام میں یہی سہولت تھی کہ جہاں کوئی غلطی کرتا تھا تو وہ لوگ آ کر فاروق اعظمؓ کا دامن پکڑتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کا دامن پکڑتے تھے' حضرت علیؓ کے آگے آ کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ آپ کے گورنر نے یہ کیا۔ اس لئے کہ گورنر اس کے Appointed تھے۔ مغرب نے یہ بدمعاشی کی کہ آپ ووٹ دیں۔ ووٹ آپ ڈالتے ہیں کسی اور صندوقچی میں نکلتے کسی اور میں سے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں وہ ممبر بنا لیتے ہیں۔ جب وہ ممبر برائی کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ جی آپ کا نمائندہ ہے۔ ہماری درخواست یہ ہے کہ اس مغربی جمہوریت کی بجائے اسلامی جمہوریت لائی جائے۔ اکابرین ملت' علماء مل کر' اہل علم مل کر' پڑھے لکھے لوگ مل کر کسی ایک کو سربراہ مقرر کریں۔ اور پھر ان کو پبلک میں پیش کر دیں۔ بے شک ووٹ کرالیں اگر پبلک منظور کرتی ہے اور وہ جیت جاتا ہے تو اسے پانچ

**پولیس اور عدالتوں کے ظالمانہ نظام سے نکال کر لوگوں کو فوری انصاف مہیا کیا جائے' ہمارے نزدیک انصاف وہ ہے جس کا فیصلہ کتاب وسنت کرتی ہے**

سال' سات سال' یا میں تو کہتا ہوں جو بہتر کام کرتا ہے اس کرنے دیں روز تماشا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ طرز انتخاب مدینہ میں بیٹھا ہوا امیر المومنین افریقہ سے سائبریا تک اور چائنہ سے ہسپانیہ تک نظام عدل قائم کر کے ایک ایک آدمی کی فریادرسی کر سکتا ہے تو آج کیوں ناکام ہے۔ اس چپہ بھر زمین پر کیوں نہیں آزمایا جاتا اور اگر اس کا عرصہ رکھنا چاہیں تو پانچ سال' چار سال عرصہ رکھ لیں۔ پانچ سال بعد پھر الیکشن کروا لیجئے گا۔ اگر وہ صحیح کام کرتا ہے تو لوگ اس کی تائید کریں گے۔ نہیں کرے گا تو متبادل امیدوار پیش کر دیجئے گا۔ دو چن لیجئے گا۔ تین چن لیجئے گا اکابرین ملت مل کر' ملک کے اچھے پڑھے لکھے لوگ مل کر' امت کے اچھے لوگ مل کر' علماء اہل دین' اہل تقویٰ مل کر تین چار پانچ نام دیکر لوگوں کو' سائز اس کا وسیع کر دو۔ وہ جسے منتخب کریں اسے اس عرصہ کے لئے بنا دو سربراہ۔ اور باقی مشینری اس کی ذمہ داری ہے تاکہ یہاں کوئی کوتاہی ہو تو اس کا دامن پکڑا جا سکے۔

نظام عدل کے لئے ہم نے یہ عرض کیا کہ پولیس اور عدالتوں کے ظالمانہ نظام سے نکال کر لوگوں کو فوری انصاف دیا جائے۔ ہمارے نزدیک انصاف وہ ہے جس کا فیصلہ کتاب وسنت کرتی ہے۔ اس کے برعکس ہر فیصلہ غلط ہے دو فیصلے بیک وقت صحیح نہیں ہوا کرتے۔ دو مختلف فیصلے کبھی درست نہیں ہوتے۔ ایک فیصلہ ایک کام کا شریعت کرتی ہے دوسرا آپ کا نظام کرتا ہے تو دونوں میں سے غلط کون ہے؟ آپ کا نظام غلط ہے اور قرآن وسنت صحیح۔

مجھے بہت خوشی ہوئی اگلے دنوں یہ جو دہشت گردی کی عدالتیں بنی ہوئی ہیں ایک جج صاحب نے اپنی ذمہ داری پر یہ جرات کی۔ انہوں نے پولیس کو کہا کہ فوراً تفتیش کر کے کاغذات مکمل کر کے مجھے دو۔ وہ ساری فائل لیکر اس کے گاؤں چلے گئے اور مسجد میں عدالت لگا دی۔ گاؤں کے سرکردہ لوگوں کو بھی جمع کر لیا۔ فرمایا۔ مسجد میں وضو کر کے آ جاؤ قرآن حکیم سر پر رکھو اور بتاؤ کیا واقعہ ہوا تھا۔ شہادتیں لیکر وہیں بیٹھ کر اس نے سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا۔ مہینہ

www.naqshbandiaowaisiah.com



ختم ہونے سے پہلے مقدمہ ختم ہوگیا۔ اللہ کرے کہ Appellate Authority والے بھی اس کا فیصلہ جلدی سنادیں۔ اور یوں لوگوں کو انصاف بھی ملے اور مجرموں کو سزا بھی ملے اور مجرموں کو یقین بھی ہو جائے کہ ہم جرم کریں گے تو سزا پائیں گے۔ تب امن قائم ہوگا۔ وزیر داخلہ کے جلسوں سے امن قائم نہیں ہوگا کہ جی وہ میٹنگ ہو رہی ہے امن عامہ کے لئے' جلسوں سے نہیں ہوگا کہ قرآن کہتا ہے کہ اے اہل دانش' زندگی قصاص میں ہے کوئی جرم کرتا ہے اسے سزا دو' زندگی اس میں ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس ایک چوری کا مقدمہ آیا۔ بڑے نامور قبیلے کا بندہ تھا۔ لوگ حاضر ہوئے انہوں نے کہا۔ حضورؐ جتنا ہرجانہ کہیں ہم دینے کو تیار ہیں لیکن اگر اس کا ہاتھ کٹ جائے گا تو ہمارے قبیلے کی بدنامی ہوگی اور ہمیشہ ہوگی۔ اس لئے اگر اس نے دس روپے کی چوری کی ہے تو ہم کئی گنا زیادہ دینے کو تیار ہیں۔ مالک کو راضی کر دیں گے ہمیں بدنامی سے بچائیے۔ آپ نے فرمایا پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئی تھیں کہ جب امراء جرم کرتے تھے تو انہیں معاف کر دیا جاتا تھا اور جب غربا جرم کرتے تو فیصلہ کچھ اور ہوتا تھا۔

ہمارا سیاسیات میں دخل نہیں ہے لیکن یہ عدل نہیں ہے کہ یا تو آپ ملک کے وزیراعظم کو غدار' چور کہلا کر سزائے موت دلوانے کے لئے تیار ہیں یا ایک ہی رات میں صدر محترم کے رحم کے دریا میں موج آئے اور اسے اٹھا کر حرمین شریفین پہنچا دیا جائے۔ ہمیں سعودی حکومت سے بھی شکوہ ہے کہ ان کے ملک میں تو کوئی جوتا چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیتے ہیں جہاں چودہ کروڑ مسلمانوں کا بیت المال لٹ گیا آپ اسے پناہ دیئے ہوئے ہیں یہ کون سا اسلام ہے۔ کون سی عدالت ہے' کون سا قانون ہے؟ اور اگر وہ چور نہیں تھا تو اس سے حکومت چھیننے کا کیا جواز ہے۔ پھر اسے حکمراں رہنے دینا تھا۔ اگر چور تھا تو کیسی سزا ہے کہ ایک مجرم کو آپ نے حرم نبوی میں پہنچا دیا یا بیت اللہ شریف میں پہنچا دیا؟ تو یہ جو باقی جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں تو کیا ان کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے کم لوٹا ہے؟ ان پر حکومت کو رحم اس لئے نہیں آ رہا کہ انہوں نے سینکڑوں میں' ہزاروں میں لوٹا ہے۔ لاکھوں میں لوٹا ہے' کھربوں میں نہیں لوٹا' اس لئے انہیں بند رہنا چاہئے؟ یہ قصور ہے ان کا؟ اس کے لئے ہم نے درخواست کی ہے کہ شرعی حدود اور تعزایرات کو پورے ملک میں نافذ کیا جائے۔ فیصلے قرآن وسنت کے مطابق کئے جائیں۔

اس پر جو معاہدہ حکومت کا اور الاخوان کے درمیان ہوا' اس میں اس مہینے کی یکم کو اسلامی نظریاتی کونسل کی الاخوان کی کمیٹی کی وزیر مذہبی امور کے درمیان میٹنگ ہو چکی ہے۔ اس میں جو کام انہوں نے کیا تھا وہ انہوں نے بتایا کہ اب تک ہم یہ کام کر چکے ہیں ہم نے صرف زبانی دعوے نہیں کئے' ہم نے قانونی شقیں بنا کر دی ہیں۔ تعلیمی نظام بنا کر دیا ہے۔ معاشی نظام بلا سودی بنا کر دیا ہے۔ جو جو مطالبے ہم نے کئے ہیں وہ نظام بھی ہم نے ٹھوس اور قابل عمل صورت میں بنا کر دیئے ہیں۔ محض دعویٰ اسلام اسلام نہیں کہ پوچھو کہ اسلام کیا ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے۔ وہ نہیں کیا ہم نے اس پر الحمدللہ بہت اچھی بات ہوئی۔ اور ہماری کمیٹی نے عرض کیا کہ ہمارا مقصد جلسے کرنا' یا تفصیلات عرض کرنا یا آپ کی تفصیلات سننا نہیں ہے۔ آپ اپنے کام کا بھی جائزہ لیں۔ ہمارے کام کا بھی جائزہ لیں اور اسے قابل عمل بنا کر ایک آرڈیننس کی شکل دیں۔ اگر وزارت put up کرنا چاہے تو بہت اچھی بات ہے اگر وزارت کو ڈر لگتا ہے تو ہمیں دیں ہماری کمیٹی اس قوت نافذہ کے پاس جائے گی اور عرض کرے گی جناب اس پر دستخط کیجئے اور اسے ملک میں نافذ کیجئے۔ اگر آپ نہیں کریں گے تو یہ تو عام مسلمانوں کا مقدمہ ہے ہم ان کی طرف سے لڑ رہے ہیں' کم از کم ہم ان کے پاس جانے کے قابل ہو جائیں اور کہیں جناب یہ کام ہم نے کیا یہ معاہدہ بنایا۔ اور فلاں ہستی یا فلاں طاقت اس میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے بیس ممبر ریٹائر ہو رہے تھے۔ اس لئے ان کا کورم پورا نہیں ہو رہا تھا نئے ممبر جو منتخب ہوئے یا سلیکٹ ہوئے' حکومت نے چنے وہ نو تاریخ کو اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ طے ہوا نو' دس گیارہ تین دن اسلامی نظریاتی کونسل اپنے اجلاس کرے گی جس میں نئے آنے والے لوگوں کو بھی وہ بتائے گی اور اپنے پورے کام کو یکجا کرے گی جس میں صدر مملکت اور چیف ایگزیکٹو کی شرکت بھی متوقع ہے اور بارہ کو الاخوان کی نامزد کردہ کمیٹی کو پھر اس

www.naqshbandiaowaisiah.com



سے میٹنگ ہے۔ جس میں انشاء اللہ العزیز مجھے امید ہے کہ ہم انشاء اللہ کسی فیصلے تک پہنچ جائیں گے۔ اور اگر کوئی بات قابل ذکر' قابل بحث رہ گئی تو اس کے لئے پھر اجلاس بلا لیں گے۔ پھر اجلاس ہو جائے گا لیکن ہماری گزارش حکومت سے اب بھی یہی ہے کہ ہم نے سات مارچ سے پہلے اس کے عملی نفاذ کا جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کیا جائے۔ کسی شعبے میں اگر کام کرنا باقی رہ جاتا ہے تو جو شعبہ مکمل ہو جاتا ہے تو اس کو تو لاگو کیا جائے۔ معیشت سے تو شروع کیا جائے۔ زکوٰۃ کا ایک محکمہ بنائیں جس طرح نبی کریم ﷺ کے عاملین زکوٰۃ تھے۔ جانوروں کی زکوٰۃ' زمین کا عشر' مال کی زکوٰۃ جمع کر کے مرکز میں لاتے تھے۔ آپ محکمہ بنائیں اس کی آمدن دیکھیں اگر وہ آپ کے بجٹ سے زیادہ ہے تو کم از کم اپنے ٹیکسوں سے لوگ جہاں چل کر آئے تھے آج بھی لوگ ملازمتیں تلاش کرنے پھر آئیں۔ یہ وہ خطہ زمین ہے جس میں اقوام عالم حسرت سے جس زمین پر آیا کرتی تھی۔ اور جس کی تلاش میں کولمبس بھٹکتا ہوا امریکہ جا نکلا۔ یہ وہ خطہ زمین ہے جس میں اللہ نے سب سے زیادہ وسائل دیئے ہیں زندگی کے۔ اور انشاء اللہ العزیز حکومت کے رویئے سے' حکمرانوں کے مثبت رویے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکمرانوں کے لئے بھی یہ بڑا با سعادت موقع ہے اور جس طرح مورخ یہ لکھتا رہے گا کہ محمد علی جناح کی قیادت میں پاکستان بنا' اگر حکومت کو نفاذ اسلام کی توفیق ہوگی تو دوسرا جملہ یہ ہوگا کہ اس میں جنرل پرویز مشرف کو اسلام نافذ کرنے کی توفیق دی۔ یہ چھوٹا کام نہیں ہے' بلکہ یہ تو دو عالم میں ناموری کا کام ہے' بلکہ میں تو ان حکمرانوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں توفیق دے۔ ہمارا تخت یہی مسجد ہے ہماری سلطنت یہی مسجد ہے۔ ہماری جاگیر بھی مسجد ہے۔ ہمارا گھر بھی مسجد ہے اور دنیا میں ہمارے پاس صرف مسجد ہے۔ اور میں ذاتی طور پر اللہ کا مشکور ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل سمجھا کہ مسجد میں رکھا۔ میری تمنا ہے کہ میں مسجد میں ہی جان ہاروں اور مسجد کے سائے میں دفن ہوں کسی حکومت' کسی اقتدار' کسی سرکاری وظیفے' کسی نام و نمود' کسی ناموری کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ ان لوگوں کو چاہئے جنہیں مسجد سے شناسائی ہو نہیں سکتی۔

حضرات گرامی یہ تھیں وہ مختصر سی تفصیلات جو ہماری اس جدوجہد کا' ان عاشقان رسول کی کاوشوں کا' ان کے مجاہدے کا ایک خاکہ ضرور آپ کے سامنے مرتب کر دیں گی۔ اور یہ یاد رہے کہ یہ کوئی سیاسی کھیل نہیں تھا کہ ایک موشن بن گیا۔ اب وہ موشن Motion ٹوٹ گیا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے ہاں ایک دیہاتی رشتہ دار تھا اس نے ایک ٹرک خرید لیا۔ بے چارا احتیاط کے طور پر ساتھ آیا جایا کرتا تھا کہ یہ ڈرائیور پیسے کھا جاتے ہیں تو کہیں ڈرائیور نے ایکسی لیٹر سے پاؤں اٹھایا۔ تو گاڑی کی سپیڈ میں فرق آیا تو وہ جو ساتھ کنڈیکٹر بیٹھا تھا اس نے کہا کہ جی دیکھو ملک صاحب اس نے گاڑی کا موشن Motion توڑ دیا۔ دیہاتی سمجھا کہ شاید یہ بھی کوئی پرزہ ہوگا۔ اس نے کہا کہ ظالم کے بچے یہ کتنے کا آئے گا۔ کنڈیکٹر سمجھ گیا کہ بابا داؤ دے گیا۔ اس نے کہا کہ بھئی پچاس کا آئے گا۔ تو بابے سے پچاس لیکر انہوں نے مٹھائی کھالی کہ نیا موشن ڈلوائیں گے۔ ہماری اس تحریک کا کوئی اس طرح کا موشن نہیں ہے۔ جن دوستوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ جی تحریک کا موشن Motion ٹوٹ گیا' وہ یہ سن لیں کہ ہمارا وعدہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اللہ کے حبیب کے ساتھ ہے' اور جن لوگوں کو شکوک ہیں' جن لوگوں کو اعتراضات ہیں' انہی کی جنگ لڑ رہے ہیں ہم انشاء اللہ وفا کر جائیں گے۔ آپ کو اعتبار آئے نہ آئے۔ ایک وقت آ رہا ہے' آپ بھی ہوں گے ہم بھی ہوں گے' اللہ ہوگا' اللہ کے نبیؐ ہوں گے' میدان حشر ہوگا اور سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہو جائے گا اور شکوک اس وقت رفع ہوں گے جب ہماری آنکھ وہاں کھلے گی یہ دنیا جگہ ہی ایسی ہے کہ یہاں یقین کم وسواس اور شبہات زیادہ ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز الاخوان کے یہ جانباز جنہوں نے اللہ کے ساتھ عہد کیا ہے یہ اپنا عہد نبھائیں گے۔ اور انشاء اللہ العزیز اس زمین پر' اسی وطن پر اسلام نافذ ہوگا۔ حکومت کا رویہ بہت مثبت ہے اور بے جا تنقید درست نہیں ہوتی۔ جمعہ کے بعد ابھی میری گورنر صاحب سے بھی میٹنگ ہے چار بجے اسی موضوع پر۔ اس سے آگے کتنی پیش رفت ہوتی ہے اب اس کے بعد 12 کو میٹنگ ہے۔ انشاء اللہ میں پر امید ہوں کہ اللہ کے ان بندوں کے مجاہدے کے صدقے اللہ سب پر رحم فرمائے گا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# تنظیم الاخوان کی

## نفاذ اسلام کیلئے تحریک

## اخبارات اہل قلم اور تبصرہ نگاروں کی نظر میں

**گزشتہ ماہ قومی اخبارات میں چھپنے والے**
**مختلف کالم، جائزے اور تبصرے اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں**

www.naqshbandiaowaisiah.com

# کیسے کیسے لوگ

ملک میں ہر قسم کی برائی عروج پر ہے اور حکومت کی سرپرستی میں ہو رہی ہے۔ ان سب برائیوں کا مخزن و محور غیر اسلامی نظام ہے جس کو ختم کرنے کا مطالبہ امیر تنظیم الاخوان جناب محمد اکرم اعوان نے کیا۔ اس پر کچھ اہل قلم نے نفاذ اسلام کی تحریک کی مخالفت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دریں اثناء حکومت نے نفاذ اسلام کی تحریری یقین دہانی پر تنظیم الاخوان سے سات مارچ 2001ء تک کا ٹائم لے لیا لیکن اخبارات میں مخالفت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ کوئی امیر تنظیم کو غیر اہم ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ''چکوال کا مسیحا'' کے نام سے اس جدوجہد کی وسعت کو محدود کرنے کے درپے ہے تو کوئی نفاذ اسلام کی تحریک کو لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ بنا کر حکومت کو اس سے نپٹنے کا مشورہ دے رہا ہے اور اپنی تحریروں میں یہ نصیحت بھی کر رہا ہے کہ حکومت ان کو ان کی حیثیت سے زیادہ اہمیت نہ دے۔

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

ہر نبی کی ایک ہی تعلیم رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محکومیت اختیار کرو۔ امیر تنظیم الاخوان نے بھی یہی مطالبہ کیا تھا کہ ملک پر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کر دو کوئی حکومت لینے کا مطالبہ تو نہیں کیا تھا۔ اس پر ان لوگوں کا یوں ذاتیات پر اتر آنا' مضحکہ اڑانا اور مسلمان ہوتے ہوئے نفاذ اسلام کی مخالفت کرنا نہ صرف افسوس ناک بلکہ حیران کن بھی ہے۔ کیا نفاذ اسلام کی مخالفت کا عمل پیش کر کے کل انہیں اپنے دعویٰ مسلمانی کو ثابت کرنا ممکن ہو سکے گا؟

یہ اخباری دانشور نفاذ اسلام کی مخالفت میں (اپنے خیال میں) ایک بہت بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ آئین پاکستان میں یہ پہلے سے واضح ہے کہ کوئی ملکی قانون اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہوگا لہٰذا نفاذ اسلام کے داعی اس پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں۔ یہ عقل کل کے دعویدار ہمیں بتلائیں کہ کیا ملک کا نظام اس آئینی شق کے مطابق چل رہا ہے۔ اگر نہیں تو وہ اس آئینی شق کی مخالفت کر کے غیر آئینی اقدام کی حمایت کے مرتکب ہو رہے ہیں جو پاکستان سے غداری کے مترادف ہے۔

قرآن اس بات کی شہادت دیتا ہے اور تاریخ اس کی تائید کرتی ہے کہ جب بھی حق کی بات کی گئی ہمیشہ اس کی مخالفت ہوئی۔ قرآن کہتا ہے کہ ان مخالفین کے پاس بھی دل ہیں' آنکھیں اور کان ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں' دیکھتے اور سنتے نہیں' وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے (7/179) وہ قیامت کے روز اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں گے اور ساتھ ساتھ ان لوگوں کے بھی جنہیں یہ اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں (16/26) اور ان لوگوں کو جو میرے دین (کو روبہ عمل لانے) کی مخالفت کرتے ہیں ہم بتدریج ایسے غیر محسوس طریقے سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ میں ان لوگوں کو ڈھیل دے رہا ہوں' میری چال کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ (7/182-183)

اللہ کے دین کے نفاذ کی کوشش کرنے والا کسی سے کیا ڈرے گا لیکن چونکہ ابتدائی مخالفین میں مسلمانوں جیسے نام ہیں اس لئے دکھ ہوتا ہے کہ یہ مخالفت کس سمت سے ہو رہی ہے۔ مذکورہ آیات سے مقصود کسی کے خلاف فتویٰ دینا نہیں ہے چونکہ فرمان الٰہی ہے کہ میں نے انسان کو پیدا کیا پھر اس میں سے کچھ مسلم ہو گئے اور کچھ کافر' تو یہ عمل ہی ہے جو آدمی کو مومن یا کافر بناتا ہے۔ یہ آیات اس لئے گوش گزار کی گئی ہیں۔ ''تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے'' (8/42)

اگلے صفحات پر انگریزی اخبار ''ڈان'' کے کالم نگار ایاز امیر کے کالم کا اردو ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین جان سکیں کہ ہمارے اخباری دانشور نفاذ اسلام کی مخالفت کے لئے کس حد تک اتر آتے ہیں۔ اس کالم کے جواب میں اخبارات میں شائع ہونے والا امیر محمد اکرم اعوان کا کالم بھی اگلے صفحات میں شامل اشاعت ہے۔ توقع ہے قارئین ان اخباری دانشوروں کے اصل چہرے کو ضرور پہچانیں گے۔ (ادارہ)

www.naqshbandiaowaisiah.com

# چکوال کا مسیحا

تحریر۔ایاز امیر

چکوال کا رہنے والا کوئی شخص جب کوئی بڑا کام کرتا ہے' تو اس کی کامیابی پر میں اپنے طور پر بہت لطف اندوز ہوتا ہوں۔ جب کوئی شخص اپنی کسی ایسی طاقت کے بل بوتے پر' جسے عسکری زبان میں گیڈر بھبھکی یا کھوکھلی دھمکی بھی کہہ سکتے ہیں' کا مظاہرہ کرتا ہے تو پھر مجھے بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ سیدھی سادی راست بازی بھی مجھے ہمیشہ بور کرتی ہے۔ شاید مہم جوئی کا جذبہ ہے' جو میرے ذوق کو اچھا لگتا ہے۔

میں یہ سطور لکھ رہا ہوں' مگر مجھے یہ معلوم نہیں کہ اخبارات میں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ چھاپی گئی مولانا محمد اکرم اعوان کی اس ''دھمکی'' پر ہنس دوں یا رونے لگوں کہ ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے وہ اپنے لاکھوں مقلدین کے ساتھ اسلام آباد جائیں گے۔ مولانا صاحب نے اپنے ''قلعہ'' منارہ (جو تحصیل چکوال کے ایک کونے میں واقع ہے) سے ایسی پختہ مہارت اور تعلقات عامہ کی اعلیٰ سمجھ بوجھ کے ساتھ یہ دھمکی دی کہ پنجاب کی طاقتور حکومت کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

چنانچہ یہ حیرت کی بات نہیں کہ حکومت نے ان کے ساتھ مذاکرات کے لئے اپنے دو سب سے اہم اہلکار یعنی ہوم سیکرٹری بریگیڈیئر اعجاز شاہ اور انسپکٹر جنرل پولیس ملک آصف حیات بھیج دیئے۔ طویل مذاکرات کے بعد تجسس میں مبتلا قوم کو بتایا گیا کہ مولانا صاحب نے مہربانی کرتے ہوئے اسلام آباد پر دھاوا بولنے کا ارادہ مارچ کے مہینے تک ملتوی کر دیا ہے' جب تک کہ مطالبات منظور نہیں کر لیے جاتے۔

بات یہیں ختم نہ ہوئی۔ جنرل مشرف کے مذہبی امور کے وزیر ڈاکٹر محمود غازی بھی چل کر منارہ آئے' تاکہ تنظیم الاخوان کے امیر سے بات چیت کر سکیں' جو ایک ایسی تنظیم ہے (مجھ پر اعتبار کریں) کہ جس کی چکوال میں بھی اتنی اہمیت نہیں' جتنی اخبارات کے صفحات اول پر ظاہر کی گئی ہے۔ چنانچہ مناسب یہ تھا کہ یہ معاملہ انچارج پولیس چوکی بچھال (جو منارہ سے قریب ترین ہے) کے ذریعے یا زیادہ سے زیادہ ایس ایچ او کلر کہار کے ذریعے نمٹایا جاتا' نہ کہ لاہور اور اسلام آباد سے اعلیٰ سطح کے نمائندے بھیجے جاتے۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا جب دارالحکومت پر دھاوا بولنے کی اگلی دھمکی جاری کریں گے' تو کیا وہ نچلی سطح کے قاصدوں سے بات چیت کرنے پر راضی ہو جائیں گے؟

''بھاری مینڈیٹ'' کے دور میں جب میں ایم پی اے تھا' تو ایک موقع پر جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم پاسبان کی مقامی شاخ نے دھمکی دی کہ اگر کرسال دربار (میرے گاؤں کے قریب ایک گاؤں) کے سالانہ عرس پر ناچ گانا ہوا' تو پاسبان کے کارکن خود اس کو روکیں گے۔

معمولی سا تجربہ رکھنے والے افسران انتظامیہ بھی یہ جانتے ہیں کہ اس قسم کی دھمکی سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے۔ مگر اس وقت دو نہایت بیکار قسم کے افسر چکوال میں تعینات تھے۔ ایک تھے ڈپٹی کمشنر رؤف خان اور دوسرے سپرنٹنڈنٹ پولیس سلیم اصغر۔ خوفزدہ ہو کر انہوں نے پورے راولپنڈی ڈویژن کی ریزرو پولیس منگوالی' تاکہ کرسال میں امن و امان قائم رکھا جا سکے۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک بے وقعت سی دھمکی پر اتنا زیادہ ردعمل ظاہر کر کے وہ متعصب قسم کے عناصر کو موقع دے رہے ہیں کہ وہ مستقبل میں بھی افراتفری پیدا کریں۔ مگر انہوں نے میری بات نہ سنی اور اس طرح کرسال میلہ اس سال پولیس تماشا بن گیا (اگلے سال سے اس کی اصلی صورت پھر بحال ہو گئی)

بمشکل پندرہ روز گزرے ہوں گے کہ کرسال میں جو کچھ بویا گیا تھا' چکوال میں وہی کچھ کاٹا گیا۔ ہوا یوں کہ کچھ لوگ شہر کے بڑے قبرستان میں مذہبی قوالی کرانا چاہتے تھے۔ اس

www.naqshbandiaowaisiah.com



کی خبر پا کر ایک مقامی مذہبی تنظیم نے تنبیہ جاری کر ڈالی کہ قوالی میں موسیقی نہیں ہونی چاہئے اور اگر وہاں موسیقی کا کوئی ساز موجود ہوا' تو اسے توڑ دیا جائے گا۔ خوف کے مارے منتظمین دوڑے دوڑے ڈپٹی کمشنر (وہی رؤف خاں) کے پاس گئے کہ انہیں تحفظ دیا جائے۔ مگر ڈپٹی کمشنر نے امن و امان بحال رکھنے کے لئے مناسب اقدامات کرنے کے بجائے منتظمین سے کہا کہ وہ اس مولانا سے جا کر بات کریں' جو ان کی قوالی میں گڑبڑ پیدا کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔

بدقسمت منتظمین رات ہونے تک مولانا کی منت سماجت کرتے رہے کہ ترس کھائیں' مگر بیکار۔ جب قوالی شروع ہوئی' تو مولانا کے کچھ پیروکاروں نے لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے مسلح ہو کر وہاں حملہ کر دیا۔ اسی افراتفری میں ایک گولی چلی اور ایک ڈی ایس پی زمین پر گر پڑا اور ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں دم توڑ گیا۔ ثابت قدم رہا جاتا' تو یہ واقعہ پیش نہ آتا۔ پس و پیش کرنے اور کمزوری دکھانے سے لوگوں کو جرات ہوئی۔ لیکن اگر ڈی سی او اور ایس پی کر سال کے موقع پر خوفزدہ ہو گئے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ صرف پندرہ روز بعد انہوں نے چکوال میں یہ جرات کیسے دکھائی۔

مولانا اکرم دل ہی دل میں ہنستے تو ہوں گے۔ یقیناً ان کے مرید بھی ہیں (زیادہ تر چکوال سے باہر) اور چند ہزار منارہ میں جمع ہو گئے تھے۔ مگر مولانا اکرم اعوان سے تھوڑی بہت واقفیت کی بنا پر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کا اسلام آباد پر دھاوا بولنے کا امکان اتنا ہی تھا' جتنا ماسکو پر میری طرف سے دھاوا بولنے کا امکان ہو سکتا ہے۔

اس کے باوجود انہوں نے کافی نام پیدا کر لیا ہے اور گزشتہ دس بارہ روز اخبارات کے پہلے صفحات پر خبریں پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جہادیوں کی ایک بہت ہی زبردست فوج ان علاقوں میں جمع ہو گئی ہے اور اسلام آباد کا محاصرہ کرنے کے لئے مولانا کے صرف ایک اشارے کا انتظار کر رہی ہے۔

میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ بہر حال مولانا اکرم کے مریدوں کی تعداد کافی ہے' مگر کچھ مسخرے قسم کے ایسے بھی لوگ ہیں' جن کے مرید تو کوئی نہیں' مگر وہ باقاعدگی سے پریس پر اپنا امیج ابھار رہے ہیں۔ کیونکہ وہ پریس کے ساتھ نباہ کرنے کا مشکل فن اچھی طرح جانتے ہیں۔ مرحوم شورش ملک (وہ بھی چکوال کے رہنے والے تھے) اسے ''بالٹی گوشت صحافت'' کہا کرتے تھے۔

دیانتداری کی بات یہ ہے کہ اگرچہ مولانا پریس کے ساتھ نباہ کرنا جانتے ہیں' مگر کچھ حلقوں میں ان کی اتنی زیادہ شہرت کی صرف یہی ایک وجہ نہیں۔ کچھ عرصہ پہلے فرانس کے سفیر کے ساتھ ایک لنچ کے موقع پر (جی نہیں' میں اس بڑے نام سے آپ کو متاثر نہیں کرنا چاہتا صرف اپنی بات کہنا چاہتا ہوں) مجھے ان کے سیاسی مشیر نے بڑے وثوق سے بتایا کہ کوئی مولانا اکرم ہیں' جن کا آرمی کے درمیانے درجے کے افسروں میں بہت اثر و رسوخ ہے۔ میں نے یہ بات دوسرے ذرائع سے بھی سنی۔ مگر اس بات کا ماخذ یا منبع کہاں ہے؟

پاکستان آرمی اگر آج بھی وہی ادارہ ہے' جس میں تیس برس پہلے میں خدمات سرانجام دے چکا ہوں' تو میں پوری سنجیدگی سے کہتا ہوں کہ اگر اس میں تنظیم الاخوان کا کسی قسم کا نظریاتی اثر و رسوخ ہے' تو اس ادارے کو ختم ہو جانا چاہئے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ پاکستان آرمی اس وجہ سے مشہور نہیں کہ یہاں دانشور تیار کئے جاتے ہیں۔ مگر کیا یہ اس حد تک نیچے آ چکی ہے؟ ضیاالحق کے تاریک دور کے بعد یہ خیال کیا جاتا تھا کہ افسروں میں جماعت اسلامی کا نظریاتی عمل دخل پیدا ہو رہا ہے۔ اب ایک جعلی شہرت کی وجہ سے' جسے بعض پریس والے بھی بہت پھیلا رہے ہیں ایسے بہت سے سیدھے سادے لوگ موجود ہیں' جو چکوال کے اس قابل فخر بیٹے مولانا اکرم کو مسلح افواج میں ایک نظریاتی محافظ کا درجہ دے رہے ہیں۔

منارہ' جہاں مولانا اکرم کا روحانی صدر مقام واقع ہے' 1997ء میں میرے صوبائی اسمبلی کے حلقہ انتخاب میں واقع تھا۔ ایک سخت مقابلے کی وجہ سے میں ووٹوں کی بھیک مانگنے کے لئے گاؤں گاؤں اور انتہائی دور دراز کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں تک بھی گیا۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ میں مولانا اکرم کے دارالعرفان بھی ان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے گیا تھا یا نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہ لیں کہ مولانا صاحب کی کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com



اہمیت ہی نہیں۔ ان کے بہت سے مقلدین کی نظروں میں وہ ایک عظیم آدمی ہیں۔ مگر میرے ذہن میں یہ کبھی نہیں آیا کہ میں ان کی حمایت بھی حاصل کروں۔

انتخابات کے بعد مولانا کے ایک صاحبزادے جس کے ساتھ میرے دوستانہ روابط ہیں' نے مجھ سے کہا کہ مجھے مولانا صاحب سے ملنا چاہئے۔ میرا جواب تھا کہ مجھ جیسا ایک مسلمہ گناہ گار اس قابل نہیں کہ وہ ایسی مقدس ہستی کے سامنے حاضر باشی کرے۔ یہاں معاملہ ختم ہوگیا۔

یہ سب کچھ کہنے سے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں مولانا صاحب کا معتقد نہیں۔ وہ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہ گمنامی سے ابھرے اور اس حیثیت تک پہنچ گئے ہیں کہ پنجاب کے ہوم سیکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس ان سے مذاکرات کرتے ہیں اور اسلام سے متعلق حکومت کے عزائم کے بارے میں انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کوئی عام آدمی اس رتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں یہ خواہش کیسے کرسکتا ہوں کہ میں بھی انہی گاڑیوں میں بیٹھوں' جن میں وہ بیٹھتے ہیں اور انہی کی طرح اپنے ساتھ مسلح حفاظتی دستہ رکھوں یا ان کی طرح پیسہ خرچ کروں۔ دنیاوی خواہشات ہر ایک کے ساتھ ہوتی ہیں۔ مگر یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ اسے اس کا احساس بھی ہو۔

یقین کریں کہ میری نکتہ چینی کا مقصد مولانا صاحب کی مخالفت نہیں۔ اگر مجھے تحفظ کا یقین دلایا جائے' تو میں بلاشبہ ان کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں' مگر ان کی دعائیں حاصل کرنے کے لئے نہیں (اگرچہ مجھے ان دعاؤں کی ضرورت ہے) بلکہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ ان کی زبردست کامیابی کا راز کیا ہے؟ میرا شکوہ و شکایت خود پسند اور طاقتور جمہوریہ پاکستان کے خلاف ہے۔ ہر نیم حکیم اور اتائی یا مہم جو کو کھلی چھٹی کیوں ملی ہوئی ہے کہ وہ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرے اور اسے سراسیمہ کرے؟

بشکریہ ''ڈان''

# چکوال کا مسیحا.... جواب حاضر ہے

**تحریر۔ امیر محمد اکرم اعوان**

ایاز امیر کو میں ان کے کالم کے حوالے سے جانتا تو تھا مگر جب انہیں مسلم لیگ نے ٹکٹ دیا اور وہ ایم پی اے بنے تو الیکشن کے دوران پتا چلا کہ وہ معروف سیاستدان ''امیر بھگوالیا'' صاحب کے فرزند ہیں۔

ان کے والد محترم اور میرے نانا جان مرحوم کی دوستی تھی اور پھر نانا جان کی وفات کے بعد ان کے والد مرحوم اپنی وفات تک مجھ پر مہربان رہے۔ یہ صاحب الیکشن میں ووٹ مانگنے کہیں نہیں گئے' کیونکہ الیکشن مسلم لیگ کے ٹکٹ سے لڑا تھا' پارٹی کے ووٹ انہیں مل گئے۔ انہیں تو علاقہ میں کوئی نہیں جانتا تھا تو انہیں کس برتے پر اور کس کے پاس جانا تھا۔ رہی میری بات تو میں نے آج تک سیاست میں حصہ نہیں لیا نہ کسی الیکشن میں کوئی رول ادا کیا' بھلا میرے پاس کوئی کیوں آئے گا؟

یہ لکھنے میں تو بڑے نامور دلیر ہیں مگر جب کام کرنا پڑا تو ایم پی اے کی سیٹ سے چند مہینوں میں اپنے ووٹروں کو شرمندہ چھوڑ کر استعفیٰ دے گئے۔ جو لوگ اسمبلی کی سیٹ پر بیٹھ کر سارجنٹ ایٹ آرمز کے ڈر سے بات نہ کرسکیں اور استعفیٰ دیکر بھاگ جائیں وہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ کوئی محض اللہ کی رضا کے لئے غریبوں کو ان کا حق دلانے اور وطن عزیز کی بہتری اور بقاء کے لئے جان بھی دے سکتا ہے اس لئے مجھے آپ کی سوچ پر حیرت نہیں ہوئی۔

ایاز صاحب! میں ایک کسان ہوں جو اپنے ہاتھوں کاشت' برداشت کرتا ہے اور ایک کاروباری فرد ہوں جو 1958ء سے باقاعدہ سالانہ انکم ٹیکس ادا کرتا آرہا ہے اور آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں کہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com



اویسیہ اور تنظیم الاخوان میں چندہ مانگنا نہ صرف منع ہے بلکہ جرم تصور ہوتا ہے۔

آپ کو میری گاڑی اور گارڈ تکلیف دے رہی ہے تو یہ گاڑی میری مزدوری کے پیسہ سے چلتی ہے اور گارڈ تنخواہ پاتے ہیں جو چندے یا گداسے نہیں' رزق حلال سے دی جاتی ہے۔

آپ تحریر بیچ کر کھاتے ہیں جو قلم کی آبرو ہے مگر میری زندگی بھر کی تصنیفات' تفسیر قرآن' سفر نامے' کالم' افسانے اور شعری مجموعے' مختلف دینی مسائل پر کتب بے شمار کیسٹیں ویڈیو اور آڈیو میں سے کسی ایک پر رائلٹی نہیں لی اور نہ کسی پر آج تک کوئی پیسہ لیا ہے۔ قلم بردار اور قلم فروش کا فرق آپ کو کچھ دیکھنے نہیں دیتا اس لئے کہ۔

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

آپ کے خیال میں تو مجھے چکوال میں بھی کوئی نہیں جانتا لیکن شاید آپ بھول گئے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق بھی اسی دور افتادہ حصے میں تشریف لائے تھے اور میں نے خطبہ استقبالیہ میں عرض کیا تھا کہ آپ کی آمد باعث صد شکر مگر اللہ نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہمارے لئے اللہ کا دروازہ ہی کافی ہے۔

اگر چاہیں تو اس کی ویڈیو آج بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے انہیں کیوں نہ مشورہ دیا کہ جناب اے ایس آئی بوچھال سے کہہ دیں آپ تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب' آئی جی صاحب پنجاب اور وفاقی وزیر برائے مذہبی امور کم از کم آ کر خود ملاحظہ فرما گئے اور انہیں سچ جھوٹ کا اندازہ ہو گیا۔ نیز یہ بھی کہ ہمارا کوئی ذاتی مفاد اس میں نہیں ہے۔ کاش وہ صرف آپ سے پوچھ لیتے۔

آپ فرماتے ہیں' یقین دلایا جائے کہ جان محفوظ رہے گی تو کیا آج تک یہاں پورے پاکستان میں الاخوان کا کوئی قانون شکنی اور دہشت گردی کا ریکارڈ ہے کہ آپ اس سے ڈر رہے ہیں ویسے ڈرنا آپ کی عادت ہے۔

آپ کی فوجی ملازمت کے دوران جس ''مخصوص کارنامے'' پر آپ کا کورٹ مارشل ہو رہا تھا اور جس طرح آپ کے والد مرحوم نے بھاگ دوڑ کر کے آپ کو اس کورٹ مارشل سے بچایا تھا وہ یقیناً آپ کو یاد ہو گا۔ لیکن نہ جانے کس خوف کی بنا پر آپ کو اپنے تحفظ کی خاطر فوجی ملازمت چھوڑنا پڑی اور پھر جس اندوہناک طریقے سے آپ کے نامی گرامی والد کو قتل کر دیا گیا جس کے بعد ڈر کے مارے آپ نے اپنے تحفظ کی خاطر چکوال کو ہی خیر باد کہہ دیا تھا۔ وہ بھی آپ کو بھولا نہیں ہو گا اور بعد میں جب آپ سیاست میں آئے تو پارٹی ٹکٹ کی بدولت اسمبلی میں پہنچ تو گئے لیکن اسمبلی میں بات کرنے سے ڈرے' تحفظ کی خاطر استعفیٰ دے دیا۔

اب تحفظ کے لئے آپ اس فقیر سے ملنے سے گریزاں ہیں اگر آپ کو تحفظ کا نسخہ ہی درکار ہے تو وہ حاضر ہے کہ اللہ کو برحق اور اس کے نبی ﷺ کو سچا' اس کی کتاب کو سچی اور آخری کتاب جان کر اور مان کر آخرت پر یقین کر لو' اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ لاؤ' پورے خلوص کے ساتھ اپنی راتوں کو اس کی یاد سے آباد کر لو' آپ کو ہر طرح کا تحفظ بھی مل جائے گا اور دو جہانوں میں عزت بھی نصیب ہو جائے گی۔

میں بہر حال آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

## دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی نثار احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ کے تایا رانا محمد حنیف قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سلسلہ کے پرانے ساتھی الحاج عبدالجبار اسد جڑانوالہ ضلع فیصل آباد 23 رمضان المبارک کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# چکوال کا مسیحا.....جواب حاضر ہے

# (تقابلی جائزہ)

تجزیہ نگار ایک غیر جانبدار شخصیت ہیں جنہوں نے جناب ایاز امیر کا زیر جائزہ کالم اخبار سے پڑھا اور اس کے جواب میں اپنا تقابلی جائزہ اخبار میں چھپنے کے لئے بھجوایا۔ اس کی ایک کاپی انہوں نے ادارہ ہذا کو بھی بھجوائی۔ وہ چونکہ اسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور زیر بحث دونوں شخصیات سے اور ان کی سرگرمیوں سے آگاہی رکھتے ہیں اور جناب محمد اکرم اعوان صاحب کے مریدین میں سے بھی نہیں اس لئے انہوں نے کسی سے بھی کوئی رورعایت نہیں کی۔ نفاذ اسلام کا معاملہ مسلمانوں میں کوئی متنازع ایشو نہیں ہے بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اسلامی نظام کے تحت اپنی زندگیاں بسر کریں مگر اپنوں کی مخالفت نے اسے ''بڑھ گئی بات'' کے مصداق بنا دیا۔ اب وہ بے لاگ جائزے پڑھیں اور مطلع رہیں کہ ''کہتی ہے خلق خدا تجھے غائبانہ کیا''

تحریر۔ ملک امیر حسین

جناب والا۔ مندرجہ بالا عنوان کے تحت جناب ایاز امیر صاحب کا کالم اور اس کے جواب میں مولانا محمد اکرم اعوان صاحب امیر تنظیم الاخوان کا مختصر لیکن جامع ''جواب حاضر ہے'' انتہائی غور اور زندگی کے لمبے تناضر میں پڑھا۔ گو کہ تمام عمر صنعتی میدان' اکنامک ریسرچ سے متعلق ہونے کے ناطے اس موضوع پر میرا قلم اٹھانا اتنا اہم نہیں ہے لیکن چند حقائق ایسے ہیں کہ ان کو معروضی حالات میں قارئین تک نہ پہنچانا باعث خیانت ہوگا۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ اپنے اخبار میں اس کو جگہ عنایت کریں تاکہ ''خبریں،، کے قارئین خود فیصلہ کر سکیں۔

(۱) میں ان دونوں عظیم شخصیات کے علاقہ سے متعلق ہونے کے ناطے ان کی زندگی کے بیشتر حصہ کا عینی شاہد ہوں۔ لیکن ایک بات' واضح طور پر لکھ دوں کہ نہ تو میں تنظیم الاخوان سے متعلق ہوں نہ ہی مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کا مرید۔ نہ ہی چوہدری ایاز صاحب کی آکسفورڈ انگریزی سے متاثر۔ بہرحال میں نے جہاں تنظیم الاخوان کو اپنے سامنے پھلتے پھولتے دیکھا وہاں ایاز صاحب کو تعلیمی' فوجی

میں تنظیم الاخوان سے متعلق ہوں نہ ہی مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کا مرید۔ نہ ہی چوہدری ایاز صاحب کی آکسفورڈ انگریزی سے متاثر

بطور تھرڈ سیکرٹری پاکستان سفارت خانہ ماسکو اور ایم۔ پی۔ اے کے ادوار سے گزر کر تنقیدی نہیں بلکہ تعریفی انداز میں اعلیٰ پایہ کا صحافی بنتے بھی دیکھا۔

(۲) زندگی کے بہترین سالوں کو جہاں ایاز امیر صاحب نے اپنی ''خداداد صلاحیتوں'' کو سرخ آندھی کی نذر کیا وہاں مولانا محمد اکرم اعوان صاحب نے اپنی جوانی کا بیشتر حصہ ''تصوف'' کے انتہائی مشکل میدان میں بے انتہا محنت' بے لوث لگن اور ذکر و فکر میں گزارا۔ آپ خود اندازہ کریں ایک شخصیت اعلیٰ ترین انگریزی ادب' ہمہ گیر یورپین ثقافت' پروٹوکول اور ڈپلومیٹک تعلقات میں مہارت حاصل کر کے صحافت تک پہنچی تو دوسری کلام الٰہی کی حلاوت ذکر و فکر کے زرر اور قرآن و سنت پر پیہم عمل سے نفاذ دین کے نعرہ پر گامزن ہوئی۔

(۳) اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کو دین مبین پر مکمل اور پر اعتماد انداز میں ایک جماعت کی صورت میں اکٹھا کرنا ان کے چبتے سوالوں کا تسلی بخش جواب اور دور حاضر کے تقاضوں کا حل پیش کرنا اور بات ہے اور مارگلہ کے سبزہ زار کی حفاظت کے لئے مضمون لکھنا' ہر دور حکومت میں ملکی تعمیر و ترقی کو خود ساختہ' خود سوختہ انداز میں زیر تنقید لانا؟ واللہ کیا مقابلہ ہے یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جہاں ایاز امیر صاحب کے ڈان کے کالم

www.naqshbandiaowaisiah.com



پڑھنے کے لئے آکسفورڈ ڈکشنری کی ضرورت پڑتی ہے وہاں مولانا صاحب کی سادہ سی بات سننے والا راہ گزر ہمیشہ کے لئے وہاں کا ہو جاتا ہے۔

(۴) ایاز امیر صاحب کے والد بزگوار بھٹو صاحب کے ایم ۔این ۔اے تھے۔ نواز حکومت نے جب ایاز امیر صاحب کو چنا تو علاقہ کے عوام نے یہ امید لگائی کہ یہ ذہین و فطین شخصیت علاقہ' قوم' ملک کے لئے اپنی تھیوری کی طرح عملی زندگی میں بھی سود مند ثابت ہوگی۔ لیکن صد افسوس سوائے ان کے استعفٰے کے کوئی کار خیر نظر سے نہ گزرا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ سال کے ہر موسم میں ہزار ہا انسان اس درس گاہ سے مولانا صاحب کے وعظ ارشاد سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ نہ صرف دینی طور پر بلکہ اس خانقاہ کے چوہدری ایاز صاحب دارالعرفان کے اندر گزارے ہوئے لمحات کی چاشنی زندگی بھر محسوس کریں گے۔ بلکہ اپنی فقہ کے مطابق وہاں عبادت کر سکیں گے۔

(۵) مولانا صاحب نے اپنے کالم میں اپنے آپ کو عالم دین' مبلغ یا ولی اللہ کے بجائے کسان کہا ہے۔ وہ واقعی کسان ہیں۔ انہیں اپنے مال مویشی سواری زمین فصل سے

**اگر ایاز امیر صاحب کچھ وقت دار العرفان میں گزارنا چاھیں تو میں اور میرا خاندان ان کو اپنی حفاظت و ضمانت میں وھاں لانے کو تیار ھیں**

کڑے ڈسپلن میں چند دن گزار کر عملی زندگی کا فن بھی سیکھ لیتے ہیں۔ اگر ایاز امیر صاحب کچھ وقت دارالعرفان میں گزارنا چاہیں تو میں اور میرا خاندان ان کو اپنی حفاظت و ضمانت میں وہاں لانے کو تیار ہیں۔ ویسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنا آدمی وہاں اپنے آپ کو محفوظ اور باعزت محسوس کرتا ہے ایسا کہیں اور نہیں۔

بے انتہا لگاؤ ہے۔ یہی ان کا ذریعہ معاش ہے۔ میں اپنی گاڑی میں بٹھا کر ایاز امیر صاحب کو یہ سب کچھ دکھا سکتا ہوں۔ اس کے جواب میں کیا ایاز امیر صاحب اپنے ذرائع آمدن اسی طرح عام کر سکتے ہیں؟ اسلامی تشخص کے عین مطابق مولانا اکرم اعوان صاحب ایک ''مرد'' ہیں وہ اگر چندہ لیتے تو کبھی ہم بھی سنتے۔ شاید ہر چیز کو اس سے لکھوانے والوں کے علم میں نہ ہو کہ اس

احوال دنیا پر پرکھنے والوں کو پتہ نہیں کہ مولانا اکرم صاحب جیسے لوگوں کو چندہ کی نہیں افراد اور ان کے وقت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ ان کو تیار کر کے تعمیر ملک وملت کے کام لا سکیں۔

(۶) شاید ''چکوال کا مسیحا'' لکھنے والے یا

**مولانا اکرم اعوان جیسے لوگوں کو چندہ کی نہیں افراد اور ان کے وقت کی ضرورت ھوتی ھے تاکہ ان کو تیار کرکے تعمیر ملک و ملت کے کام لا سکیں**

خاندان کے ایک بزرگ نے شاہ فاروق والی مصر کو جان ہتھیلی پر رکھ کر فقط جذبہ ایمانی کے تحت بطور فوجی آفیسر سیلوٹ کرنے سے بھرے میدان میں انکار اور پھر شاہی دربار میں پیشگی پر وہ بات کہی تھی جو شاید تاریخ اسلام میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔ جس کے نتیجہ میں پوری جنگ عظیم کے دوران غیر ملکی فوجیوں کا داخلہ ملک مصر کی سول آبادی میں شاہی فرمان کے تحت ممنوع قرار پایا۔ چوہدری صاحب نے پولیس کے سب انسپکٹر سے مولانا صاحب کو ڈرایا ہے۔ حالانکہ بھٹو صاحب کے خلاف FIR درج کرنے والا بھی ایک سب انسپکٹر ہی تھا۔ بوجہ آپ کو بھی تھرڈ سیکرٹری کے عہدے ڈسچارج لینا پڑا۔ پولیس انسپکٹر کیا ایک سپاہی بھی جب ہاتھ کا

www.naqshbandiaowaisiah.com



اشارہ کرتا ہے تو ہر کوئی رک جاتا ہے۔ یہی مہذب قوموں کا شعار ہے۔

جناب والا!

ہمارے خود پسند دانشور۔ مغرب کی چکا چوند سے اتنے متاثر ہو چکے ہیں یا نادیدہ ہاتھوں کے استعمال سے شعائر اسلام' اس کے نافذ کرنے والوں' نافذ کرانے والوں کی کوششوں کو ایک مزاحیہ انداز میں ٹارگٹ بنا کر نہ تو کوئی پاکستان کی خدمت کر رہے ہیں نہ ہی دین اسلام یا امن آشتی کا پیغام عام کر رہے ہیں۔ ایاز صاحب کو تمام مغربی دانشوروں کے نام اور ان کے فرمودات تو ازبر ہیں۔ بلکہ اپنے کالموں میں اپنی قابلیت جتانے یا ہمیں مرعوب کرنے کے لئے لگاتار استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تک پوری مسلم امہ میں کوئی جرنیل' دانشور' مبلغ' مجاہد یا کوئی قابل قدر ہستی ان کو متاثر نہیں کر سکی کہ کبھی اپنے کالم میں اس کا ذکر خیر ہی کر لیتے۔ یا کم از کم جس خاندان' علاقہ' قوم ملک نے ان کو ایاز امیر بنایا ہے اس کا ذکر کبھی پسندیدہ الفاظ میں کر لیتے۔ اور نہ سہی قومی اسمبلی میں صوبہ سرحد کے ایک بڑے لیڈر کو چند مکے ٹھپ کر انہیں اعلیٰ پوسٹ پر فائز کروانے والے کے دلیرانہ اقدامات' طرز زندگی اور غریب پروری کے چند واقعات کا ذکر ہی کر دیتے۔

میں نے بذات خود مولانا اکرم اعوان صاحب کے رفقاء کا کیمپ بہ سلسلہ نفاذ احکام شرعیہ دیکھا ہے۔ وہاں قیام کرنے والوں کے چہرہ مہرہ کو غور سے پڑھا ہے۔ بلکہ ویڈیو فلم بھی بنائی ہے۔ بالکل ایک ریسرچ ورکر کی طرح جائزہ لیا ہے۔ ایاز صاحب یقین کریں کہ وہاں صورت حال ہی اور ہے۔ ایاز صاحب آپ اسی علاقہ کے ممبر اسمبلی رہے ہیں۔ اب اگر آپ علاقہ کا دورہ کریں تو شاید چند ہاتھ بھی آپ کو سلام کے لئے نہ اٹھیں۔ لیکن دوسری طرف یہ عالم ہے کہ لاکھوں قومی' اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین صلاحیتوں کے مالک افراد نفاذ دین کے لئے مولانا کے ہاتھ پر شہادت کی بیعت کر چکے ہیں۔

شاید یہی نقطہ سیکولر طبقہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اسی لئے آئے دن اخبارات میں شاتم رسول (ﷺ) کے مسلم قوانین کو تبدیل کرنے' قرآن و سنت کو آئین سے نکالنے' نصاب تعلیم سے دین کی باتیں نکالنے NGO,s کی پراسرار سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے وغیرہ کا ذکر خیر تفصیلاً ہوتا ہے۔ لیکن میں ایک بات واضح طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ نفاذ دین کا سلسلہ اب چل نکلا ہے۔ یہ کسی وقتی دباؤ کے تحت اب رکنے والا نہیں ہے۔ مسلم امہ کی بھلائی اسی میں ہے کہ اس کی مخالفت کے بجائے اسی تحریک کا حصہ بن کر دنیا و آخرت میں سرفرازی حاصل کریں۔

**نفاذ دین کا سلسلہ اب چل نکلا ہے' یہ کسی وقتی دباؤ کے تحت اب رکنے والا نہیں ہے**


خوشخبری

تنظیم الاخوان کے

پلیٹ فارم سے

بہت جلد

بچوں کا میگزین

شروع کیا جا رہا ہے (انشاء اللہ)

اپنی تحریریں اس پتہ

پر ارسال کریں

دار العرفان عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ

ریلوے کالونی فیصل آباد

www.naqshbandiaowaisiah.com

# اولڑ ملا مفت میں بدنام ہے
# ینگ بدھو وارث اسلام ہے

مگر وہ لوگ نہ خورشید تھے نہ ندیم اور نہ ان کو کوئی ایسا نابغہ روزگار ہدایت کار ملا۔ وہ موت وحیات کے فلسفہ سے اور طرح واقف تھے ان کا یقین تھا کہ یہ موت نہیں حیات ابدی ہے کیونکہ اللہ کے رسول نے انہیں خالق کا یہ فرمان سنا رکھا تھا کہ "یہ موت کے لئے نہیں جا رہے بلکہ زندگی جاوید کے حصول کے لئے جا رہے ہیں مگر یہ حقیقت ان کی سمجھ میں نہیں آتی جو ڈنگروں اڈھوروں کی طرح بے شعور ہیں۔

تحریر۔ عبداللہ

روزنامہ "جنگ" کے ایک عظیم کالم نگار نے ایک فکر انگیز کالم لکھا اور بڑے مزے کی باتیں لکھ کر ہدایت ورہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ آپ بنیادی طور پر مولانا محمد اکرم اعوان کو گمراہی سے بچنے کی دعوت دے رہے ہیں پھر امت کو ان سے بچنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

(۱) ارشاد ہے "لوگ تزکیہ نفس کے لئے ان طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ نفاذ اسلام کے لئے ان سے بیعت لے رہے ہیں" واقعی بڑا کھلا تضاد ہے۔ اور واقعی یہ کسی خورشید ہی کا کام ہے جو ندیم بھی ہو اور تکبیر مسلسل کی اہمیت بھی ہمیشہ پیش نظر رکھے۔

(۲) ضرورت ہے کہ ان باتوں کو سنجیدگی سے لیں اور یہ دیکھیں کہ ان ارشادات (مولانا اکرم کے) کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے اور عقل عام کے تقاضے کیا ہیں۔

(۳) آپ ایک عالم دین ہی نہیں پیر طریقت بھی ہیں جہاں تک دوسرے منصب کا تعلق ہے تو اس کا کوئی ذکر قرآن مجید یا اسلام کے دور اول میں نہیں ملتا۔

(۴) رہی بات نظام کی تبدیلی کی تو یہ کام اہل سیاست کا ہے۔

(۵) آپ رائے عامہ کو بیدار کریں۔ ان کے سامنے اپنا منشور رکھیں۔ انہیں نظام کی تبدیلی کی دعوت دیں اور ارباب اقتدار کے ناپسندیدہ کاموں پر متنبہ کریں۔

(۶) میرے خیال میں دین اور عقل عام دونوں آپ کے اقدام کی تائید نہیں کرتے۔

(۷) اسلام دلوں کی تبدیلی کا نام ہے آپ اس کی جدوجہد کریں مثبت تبدیلی کا یہی ایک راستہ ہے۔

ان کے ارشادات سے اختلاف اس لئے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ دین کے علم اور تفقہ فی الدین میں اس دور کی واحد اتھارٹی بھی ہیں اور عقل کل بھی اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس بحر العلوم اور ارسطوئے زمان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے کچھ سیکھا جائے تاکہ دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔

(۱) حضرت! جس قرآن کا ایک جگہ آپ نے نام لیا ہے اس میں لکھا ہے۔ **لقد من الله على المومنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة** ۔یعنی اللہ کریم نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ (۱) جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ (۲) ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ (۳) انہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ (۴) انہیں حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی اللہ کے رسول کی صرف چار ڈیوٹیاں ہیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ رسول جو اہل زبان ہے اور وہ قوم جس کو وہ دعوت دے رہا ہے وہ بھی اہل زبان ہے دونوں کو اس چھوٹی سی آیت کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی صاف ظاہر ہے کہ رسول کا کام تلاوت آیات تھا جس کی دو صورتیں ہیں۔ تبشیر اور انذار۔ اور دوسرا تزکیہ یعنی دل بدلنے کا کام۔ رہا نظام کے بدلنے کا کام تو یہ سیاستدانوں کا کام تھا مثلاً ابوجہل، عمیر، صفوان وغیرہ۔ مگر اللہ کے رسول نے کیا کیا۔ ۲۳ سال کے عرصے میں یمن، بحرین، عمان اور یمامہ تک نظام کے بدلنے کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ وصال نبوی تک ۹ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل پر اسلامی نظام قائم ہو چکا تھا۔ ہائے کہیں ہوتا کوئی خورشید ندیم جو تکبیر مسلسل سے اللہ کے رسول کو منع کرتا کہ آپ کس بکھیڑے میں پڑے ہیں یہ سیاست دانوں کا کام ہے آپ بس دل بدلتے رہیں کوئی تاریخ دان وہ بھی خورشید ہو تو بتائے کہ اس نو لاکھ پچاس ہزار مربع میل میں پہلے کوئی نظام حکومت نہیں تھا؟ اگر تھا تو اللہ کے رسول نے اپنا اصل کام جو دلوں کو بدلنا تھا اسے چھوڑ کر نظاموں کے بدلنے میں اپنی عمر کیوں کھپا دی۔

اور لطف یہ ہے کہ اصل کام جو دلوں کا بدلنا ہے وہ آپ کے جانشینوں کی سمجھ میں بھی نہ آیا۔ خلیفہ اول نے مزید ۷۵ ہزار مربع میل پر اسلامی

www.naqshbandiaowaisiah.com



نظام نافذ کیا۔ خلیفہ ثانی نے مزید ۱۳ لاکھ ۱۳ ہزار مربع میل پر اسلامی نظام نافذ کیا خلیفہ ثالث نے مزید ۲۱ لاکھ ۲۵ ہزار مربع میل پر اسلامی نظام نافذ کیا۔ افسوس وہاں کوئی خورشید طلوع نہیں ہوا جو ان تینوں حضرات کو اپنا اصل کام یاد دلاتا اور ان کے ذہن میں بٹھاتا کہ یہ آپ کا کام نہیں یہ سیاستدانوں کا کام ہے اور آپ رسول کے جانشین ہیں اور رسول کو اللہ نے صرف دلوں کو بدلنے کا کام سونپا تھا۔

رہی موت کی بیعت لینے کی بات۔۔۔ واقعی یہ تو نہ دین کی بات ہے نہ عقل عامہ کی۔ بیعت تو اس بات کی لینی چاہئے کہ میں قیامت تک زندہ رکھوں گا۔ جب کہ اس بزرجمہر نے اس بات پر وعظ ختم کیا کہ ''آپ لوگوں سے موت کی نہیں زندگی کی بیعت لیں'' اچھا ہوتا زندگی کی بیعت لینے کا کوئی طریقہ بتا دیا ہوتا۔ کیونکہ خورشید بھی ہیں اور عقل کل بھی۔

اب ذرا اسلام کے ابتدائی دور کو دیکھئے۔ غزوہ بدر کو ہی لیجئے ۳۱۳ نہتے مسلمانوں کو جن کے پاس کل دو گھوڑے ہیں۔ ایک ہزار کے لشکر کے مقابلے کے لئے بھیجا جا رہا ہے جو ملک کے نامور جنگجو اور اسلحہ کے اعتبار سے ہر طرح کیل کانٹے سے لیس تھے۔ یہ موت کی بیعت نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ پھر احد کو دیکھئے ۷۰۰ درویشوں کو تین ہزار یا ایک قول کے مطابق پانچ ہزار کار آزمودہ اور مسلح کے مقابلے کے لئے بھیجا جا رہا ہے کیا یہ کام موت کی بیعت کے بغیر ہو گیا تھا۔

مگر وہ لوگ نہ خورشید تھے نہ ندیم اور نہ ان کو کوئی ایسا نابغہ روزگار ہدایت کار ملا' وہ موت و حیات کے فلسفہ سے اور طرح سے واقف تھے۔ ان کا یقین تھا کہ یہ موت نہیں حیات ابدی ہے کیونکہ اللہ کے رسول نے انہیں خالق کا فرمانا سنا رکھا تھا کہ **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔** یعنی یہ موت کے لئے نہیں جا رہے بلکہ زندگی جاوید کے حصول کے لئے جا رہے ہیں مگر یہ حقیقت ان کی سمجھ میں نہیں آتی جو ڈنگروں ڈھوروں کی طرح بے شعور ہیں۔

لوگ کہتے ہیں اسم اور مسمی کا گہرا تعلق ہوتا ہے' ہوتا ہوگا مگر یہ بھی تو کہتے ہیں کہ برعکس نام زنگی شد کافور اور ایسا ہوتا رہا ہے۔ ممکن ہے یہاں

**اللہ کے رسول نے دلوں کو بدلنے کا کام چھوڑ کر نظاموں کو بدلنے میں اپنی عمر کیوں کھپا دی**

بھی یہی بات ہو' نام خورشید ہے اور اپنے اندر باہر سب اندھیرا ہے اور اندھیرے بانٹ رہے ہیں۔ مگر یہاں خورشید کے ساتھ ندیم بھی تو ہے۔ مگر ندیم کے معنی ہیں مل کر شراب پینے والے اگر اسم اور مسمی میں واقعی گہرا تعلق ہوتا ہے تو وہ یہاں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ شرابی بھی بھلا کوئی ہوش کی بات کہہ سکتا ہے۔ ہاں ایک مرکب جو عنوان کے ساتھ لکھا ہے تکبیر مسلسل ہے یہ امر واقعہ نظر آتا ہے۔ یعنی اسلام کو ذبح کرنے کا کام پورے تسلسل سے کیا جا رہا ہے اس لئے تکبیر مسلسل بھی جاری ہے کہ کہیں اسلام کو ذبح کرنے میں کوئی کمی یا نقص نہ رہ جائے۔

نظام کا بدلنا۔ ندیم صاحب کو اس لئے چڑ ہے کہ اصل کام جب دلوں کا بدلنا ہے تو نظام کی تبدیلی کا نام کیوں لیا جاتا ہے۔ بات تو پتے کی ہے مگر اس کا کیا جائے کہ جس قرآن کا انہوں نے نام لیا ہے وہ غالباً انہوں نے کسی غلاف میں لپٹ ہوا بھی دیکھا ہوگا۔ اس میں عجیب بات لکھی ہے۔ ارشاد ہے **وعد اللہ الذین امنو امنکم و عملو الصلحات لیستخ لفنھم فی الارض**۔۔ یعنی اللہ نے تم سے خلافت ارضی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ خلافت الٰہیہ وہ نظام حکومت ہے جو ظہور اسلام کے وقت دنیا میں کہیں نہیں تھا۔ اب اللہ اپنا وعدہ پورا کیسے کرے گا۔ ایک صورت تو یہ ہے موجودہ نظامہائے حکومت کے حکمران اہل ایمان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے نظام سے دستبردار ہو کر ان سے درخواست کریں کہ آپ اپنا نظام نافذ کریں یہ صورت تو دنیا میں نہ کبھی ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اہل ایمان خود اٹھیں ظالمانہ نظام کو بدل کر اسلامی نظام نافذ کریں۔ مگر خورشید صاحب کا علم اور عقل اجازت نہیں دیتی کیوں کہ اسلام کا کام صرف دلوں کو بدلنے کا ہے۔ اب کوئی خورشید ندیم ہی ہو تو بتائے کہ اللہ کے وعدہ کے پورا ہونے کی صورت کیا ہے۔ البتہ ایک صورت کی نشاندہی انہوں نے اشارے سے کر دی ہے اور وہ ہے تکبیر مسلسل کہ اسلام کو ذبح کرنے کے لئے مسلسل تکبیر پڑھتے جاؤ تا کہ صحیح طریقے سے اسلام ذبح ہو جائے پھر بات بن جائے گی کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

آخر میں بھائی ہارون الرشید اور جاوید چودھری سے گزارش ہے کہ اپنے بھائی کی خبر لو۔ وہ آپ کو پکار رہا ہے۔

ساغر کو مرے ہاتھوں سے لینا کہ چلا میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

# عبرت پکڑنے کا وقت

تحریر۔ غیاث الدین جانباز

لاریب بادشاہت اللہ جل شانہ کی ہے!

جب اسلام کا پیغام نجران کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ کو پہنچایا گیا' تو اس نے جواب میں کہا کہ اگر ہم محمد رسول اللہؐ پر ایمان لے آتے ہیں' تو روم کا بادشاہ ہم سے بگڑ جائے گا اور ہماری مالی امداد بند کر دے گا۔ جس پر وحی الٰہی نازل ہوئی۔

سورہ العمران کی آیت نمبر 26 کے ذریعے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''آپؐ کہہ دیجئے کہ یا اللہ دنیا کی بادشاہت تیری ہے۔ تو جسے چاہے زمین کا اقتدار عطا کرے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس آیت مبارکہ کے ذریعے قرآن نے روئے زمین پر قیامت تک آنے والے ہر حکمران کو اپنا قانون بتا دیا کہ حکمرانی اسی کی ہے۔ مال و منال عزت و ذلت اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ ہمارے وطن کے کسی حکمران اور حکمرانی کی تمنا رکھنے والوں کو اللہ کے قانون پر یقین نہیں' جس طرح نجران کا بادشاہ قیصر روم کی ناراضگی کے ڈر سے اسلام کے نفاذ عدل و مساوات کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا اور ظلم کی فرماں روائی پر اصرار کیا اسی طرح ہمارے 53 سالوں کے حکمران امریکہ کے ڈر سے دین اسلام کے نفاذ سے انکاری ہیں اور ہر حکمران ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوا۔

لیکن کسی نئے آنے والے حکمران نے عبرت نہ پکڑی اور ظلم کی فرماں روائی جاری رکھی۔ سیاستدان ہوں یا وردی پوش کوئی بھی امریکہ کو ناراض کرنے پر تیار نہیں۔ اللہ کی ناراضگی کا کسی کو یقین ہے نہ خوف۔

بھٹو کے ساتھ کیا گزری ہے۔ جنرل ضیاء الحق کا کیا حشر ہوا۔ نواز شریف اور بینظیر دونوں بار کے اقتدار سے کس طرح سے نکالے گئے۔ کوئی بھی تو عبرت نہیں پکڑتا۔ کوئی ماننے کو آمادہ ہی نہیں کہ سلطنت اللہ کی ہے۔ فرماں روائی اسی کی ہے' جو کوئی بھی اس کے قانون کو توڑے گا۔ اس کی مخلوق کے دکھوں میں اضافہ کرے گا' اس کے عطا کردہ وسائل کی منصفانہ تقسیم نہیں کرے گا۔ آئی ایم ایف ورلڈ بنک کی خوشنودی کے لئے ٹیکس کا ظالمانہ سسٹم اختیار کر کے مہنگائی بڑھا کر بیروزگاروں میں اضافہ کرے گا' امریکہ کی خوشنودی کے لئے جہادیوں کو دہشت گرد اور محمد الرسول اللہؐ کے دین کو بنیاد پرستی قرار دے گا' وہ عبرت کا نشان بنے گا۔ اللہ ہی بڑا ہے وہ وحدہ لا شریک ہے۔ کوئی نواز شریف' بینظیر یا پرویز مشرف کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ کو حقیقت مان لینے میں ہی عافیت ہے۔

ایک باہر بیٹھی ہے دوسرے نے اپنی ساری اکڑفوں دکھا کر خاندان سمیت جلا وطنی مان لی۔ پھر بھی جیالوں اور متوالوں نے ان سے امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں جنہیں اللہ نے پکڑ رکھا ہے۔ نواز شریف جن کا مجرم ہے انہوں نے اپنے مجرم کو اپنے پاس بلا لیا۔

جی ہاں جن کے روضہ اطہر پر کھڑے ہو کر نواز شریف نے نفاذ اسلام کا وعدہ کر کے دوبارہ اقتدار لیا تھا' معزول وزیراعظم ان کا مجرم ہے۔ اپنے مجرم کا فیصلہ وہی کریں گے۔ نواز شریف سرکار عالی مقام کا مجرم ہے۔ یقین نہیں آتا تو اسحاق ڈار سے پوچھ لو اور جو قرضوں کی ادائیگی سے ڈر کر معراج خالد کی نگران حکومت میں روضہ اطہر پر جا کر بلک بلک کر رویا تھا اور روتے روتے جب اس کی آنکھ لگی تو حضور عالی مرتبت نے فرمایا تھا واپس جاؤ کچھ نہیں ہوگا سب ٹھیک ہو جائے گا ہم نے نواز شریف کو حکومت دیدی اس نے سب کچھ ٹھیک کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اسحاق ڈار زندہ ہے' اسی ملک میں ہے وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com



انکار نہیں کر سکتا۔ نواز شریف کی جلاوطنی پر مٹھائی بانٹ کر خوش ہونے والے سوچیں کہ اللہ کی فرمانروائی میں برابری کا حصہ مانگنے والے کو اب اقتدار کی واپسی کیسے ممکن ہے؟ بینظیر ان کی مجرم نہیں وہ تو سرے سے ہی ان کے دین کو بنیاد پرستی قرار دے رہی ہیں' اس لئے وہ تو اللہ کی مجرم ہے اور وہ اللہ سے انصاف کی طالب ہے۔

بے شک اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ تو عادل ہے اپنی مخلوق سے ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہے۔ نواز شریف اور بینظیر نے اللہ کی مخلوق کو جتنا ستایا ہے وہ اللہ جانتا ہے اور آج کے حکمرانوں نے جو روش مخلوق خدا کے ساتھ اختیار کر رکھی ہے وہ بھی اللہ جانتا ہے۔

جب عوام ہی ظالموں کو اپنے لیڈر ماننے سے تائب ہونے کو تیار نہیں' تو اللہ بھی ہمارے معاملات سے لاتعلق ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے وسائل کی عطا میں کمی نہیں فرمائی۔ گندم کی گزشتہ فصل اللہ کے فضل کا ثبوت ہے۔ کسی کو توفیق نہ ہوئی شکرانے کے دو نفل ہی پڑھ لیتا اور حکمرانوں کو رزاق ماننے کی بجائے اپنے رب کی ربوبیت کو تسلیم کر لیتا۔ اب بارش نہ برسنے کے گلے شکوے ہیں۔ اس کی عطا پر اگر شکر نہیں تو پھر شکوہ کیوں؟

منارہ کی خیمہ بستی پر کسی کی توجہ ہی نہیں جا رہی۔ جہاں سے راتوں کو درویشوں کے لبوں سے نکلنے والی دعائیں اور مناجاتیں آخر کار رنگ لائیں گی۔ اس خیمہ بستی کو سجانے والے پر نواز شریفی مزاح نگار طنز کے تیر برسا رہے ہیں اور نواز شریف کے بت کو بڑا بنا کر پیش کر کے حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ انہیں علم ہی نہیں۔ ہو سکتا بھی نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ یہ تو اللہ کو علم ہے کب ہوگا۔۔۔؟

تاریخ تو حضرت موسیٰ کو بھی نہیں بتائی تھی کہ کب فرعون غرق ہوگا۔ لیکن فرعون کو تباہی کا بتا دیا تھا۔ پاکستان پر مسلط ظلم و ناانصافی کا نظام اب آخری سانس لے رہا ہے۔ کب یہ نظام رخصت ہوگا' یہ رب جانے۔ لیکن اللہ کے درویشوں نے مینارہ کی خیمہ بستی بسا کر سبب اختیار کیا ہے۔ اس خیمہ بستی کے مکینوں کا مقدر کیا ہے۔ اس کا علم علیم کی ذات کو ہوگا لیکن ان کا ایک ہی نعرہ ہے شریعت یا شہادت۔ وہ اقتدار کے طالب نہیں وہ صرف شریعت اسلامی کے نفاذ کے طلبگار ہیں' ورنہ شہادت اپنا مقدر قرار دیتے ہیں۔

اللہ کا وعدہ ہے کہ جو اس کی اطاعت کا پرچم اٹھا کر چلتے ہیں' فتح و نصرت ان کے لئے مقدر کر دی جاتی ہے۔ نواز شریف اور بینظیر کے متوالوں اور جیالو! ڈرو اس وقت سے' جب خیمہ بستی کے باسیوں کے تڑپتے ہوئے لاشوں سے انقلاب انقلاب کی صدائیں بلند ہوں گی' تو پھر کیا ہوگا؟ میں مولانا اکرم اعوان کو جانتا ہوں وہ بات کا دھنی ہے۔ درویش مٹ کر امر تو ہو جائے گا' لیکن شریعت یا شہادت سے پیچھے نہیں ہٹے گا' وہ تو فنافی الرسولؐ ہے۔

# بند گلی سے نکلنے کا راستہ

تحریر۔ غیاث الدین جانباز

نواز شریف خاندان کی ملک سے روانگی نے جہاں نوزائیدہ اتحادائے آر ڈی کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے' وہاں فوجی حکومت قائم رہنے کا اخلاقی جواز بھی بکھر گیا ہے۔ اور عام آدمی اپنے بیشمار مسائل کے حل کے لئے جو توقعات وابستہ کئے ہوئے تھا' ان میں کمی کی بجائے اضافہ کے باعث موجودہ حکومت سے مایوس ہو کر ہر نوع کی جدوجہد سے لاتعلقی اختیار کرنے کے باوجود فوج سے احتساب کی امید ضرور رکھتا تھا۔ لیکن جس طرح کسی ڈیل یا بیرونی دباؤ کے نتیجے میں نواز شریف خاندان کو لوٹ کے مال سے عیش کی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے' عام آدمی احتساب سے بھی مایوس ہوا ہے۔ نہ صرف مایوس ہوا ہے' بلکہ عوام میں فوج کا کردار و عمل سوالیہ نشان بن گیا ہے۔

فوج کا ریاستی ادارہ عوام کی آخری امید تھا۔ اب عوام کی امیدیں سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ ریاستی اداروں سے بھی ختم ہو گئی ہیں۔ اب عوام مشرف حکومت کے کسی اعلان' وعدہ اور یقین دہانی پر اعتماد نہیں کریں گے' جس کے نتیجے

www.naqshbandiaowaisiah.com



میں ملک کے بحران میں عمودی وافقی لحاظ سے اضافہ ہوگا۔ اس وقت عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ان کا حمایتی کوئی نہیں اس لئے عوام بھی کسی کی حمایت میں نہیں۔ جب کسی ملک کے لوگوں میں مایوسی کے ساتھ لاتعلقی کا رویہ پیدا ہوتا ہے' تو معاشرہ کا بکھرنا لازم ہے۔

اس وقت ہم ایسی بند گلی میں کھڑے ہیں' جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ حکمران طبقات کی' پاور گیم' ہمیشہ عوام کے خلاف رہی ہے اور حکمران طبقات' جو ملک کے ذرائع پیداوار اور تمام مسائل پر قابض ہیں' قبضہ چھوڑنے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہوں گے۔

''پاور گیم'' کے تمام کھلاڑیوں نے اپنے قبضے کو برقرار رکھنے کے لئے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی بالادستی کو قبول کر کے ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ آئی ایم ایف کی طرف سے قرضہ کی منظوری سے ثابت ہو گیا ہے کہ پرویز مشرف حکومت نے امریکی ایجنڈا کی تکمیل کا وعدہ کر لیا ہے۔ بے نظیر بھٹو تو کھلم کھلا امریکی ایجنڈے سے بھی آگے جانے کو تیار ہیں اور اپنے آقاؤں کو یقین دہانیاں بھی کرا چکی ہیں اور وہ فوجی حکومت کے ساتھ شامل اقتدار ہو کر اس ایجنڈے کی تکمیل کے لئے ڈیل کرنے کی جانب تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ کیونکہ بینظیر بھٹو فوج کی ڈاؤن سائزنگ کے لئے یہودیوں کی بین الاقوامی تنظیم ''زنجری'' کے منصوبے پر عملدرآمد کے عزائم رکھتی ہیں اور ان کے عزائم سے عسکری حلقے بھی واقف ہیں اور یہ حلقے بینظیر کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ بینظیر بھٹو اس خطہ میں یہود و ہنود کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے یاسر عرفات کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتی ہیں۔ بینظیر کو یاسر عرفات کی امداد و سرپرستی بھی حاصل ہے۔

1998ء میں یاسر عرفات نے بینظیر اور نواز شریف کے مابین سمجھوتہ کی کوشش کی تھی۔ نواز شریف آصف زرداری کی رہائی کے لئے آمادہ ہو گئے تھے' لیکن انہوں نے یہ شرط عائد کی تھی کہ لوٹی ہوئی رقم کا نصف حصہ بے نظیر اور آصف زرداری قومی خزانے میں جمع کرا دیں۔ لیکن آصف زرداری نے اس شرط کو ماننے سے انکار کر دیا' جس کے بعد یاسر عرفات پیچھے ہٹ گئے تھے۔ پی پی پی کے ایک ترجمان نے حال ہی میں ایک بیان میں کہا ہے کہ آصف زرداری کی رہائی کے لئے نواز شریف کی رہائی جیسی پیش کش ہوئی تھی' جسے مسترد کر دیا گیا تھا۔ درحقیقت یہ آفر نواز شریف حکومت کی طرف سے یاسر عرفات کی مصالحتی کوششوں کے پس منظر میں کی گئی' موجودہ فوجی حکومت کی طرف سے نہیں۔ لیکن اپنی بہادری ثابت کرنے کے لئے پی پی پی کے ترجمان نے پرانی پیش کش کا اب ڈھنڈورا پیٹا ہے۔

ویسے تو وزیر داخلہ معین الدین حیدر اور میجر جنرل راشد قریشی نے آصف زرداری کو رہائی کے لئے کھلی پیش کش کر ہی دی ہے۔ لیکن سیاستدانوں کے کلب کی جانب سے نواز شریف ڈیل کو جواز بنا کر دوسروں کو ایسی آزادی دلانے کے لئے اپنے بیانات کے ذریعے فضا بنانا شروع کر دی گئی ہے۔ بہرحال نواز شریف اور حکومتی ڈیل نے جہاں نواز شریف کے سیاسی مستقبل کو تاریک کر دیا ہے' وہاں حکومت پر سے عوام کا اعتماد ٹوٹ گیا ہے۔

پاکستان کا موجودہ بحران اتنا گہرا اور وسیع ہو چکا ہے' جس کا صرف ایک ہی اور آخری حل ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان کو وسائل پیداوار پر قابض مسلمان حکمران گروہ کی حکمرانی سے نجات دلا کر اسلام کی حکمرانی قائم کی جائے۔ اب لٹیرے طبقات کا استحصالی نظام اور پاکستان اکٹھے نہیں چل سکتے۔ اس نظام میں رہتے ہوئے اگر عام انتخابات کرانے کا ڈول ڈالا گیا' تو پھر وہی لٹیرے طبقات آگے آئیں گے' جنہوں نے ملک کو بحران کی دلدل میں دھکیلا ہے۔ قبضہ گروپوں کی نام نہاد جمہوریت غربت میں اضافہ کرے گی' مہنگائی بڑھتی رہے گی' عوام کا زندہ رہنا اور مرنا دوبھر ہوتا جائے گا۔ جس کے نتیجے میں ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ طوائف الملوکی بڑھے گی۔

اسلام اعتدال کا نظام دیتا ہے۔ اسلام بنیاد پرست دین نہیں' بلکہ ترقی پسند دین ہے۔ جس کا معاشی نظام عدل کی بنیاد پر ہے۔ دین پسند جماعتیں اپنی انا کے خول سے باہر نکل کر اگر اتحاد کر لیں تو ملک بحران سے نکل سکتا ہے۔ نفاذ اسلام کے لئے جس قدر حالات اس وقت ساز گار ہیں اس سے قبل اتنے ساز گار حالات کبھی نہیں تھے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# نفاذ اسلام کے راہی

الطاف قادر گھمن ماہنامہ "المرشد" کے نائب مدیر ہیں۔ رمضان المبارک کے دوران منارہ میں آباد خیمہ بستی کے مکینوں میں شامل تھے۔ وہاں قیام کے دوران ان کی کیا کیفیات تھیں اور وہاں موجود افراد کے جذبے اور احساسات کیا تھے' کو انہوں نے اپنے الفاظ میں ڈھالا ہے۔

تحریر۔ الطاف قادر گھمن

آج کے دور میں لوگوں کے لئے یقیناً یہ بات ناقابل یقین اور حیران کن ہے کہ دین کے نفاذ کے لئے' احیائے دین کے لئے' اپنے نبی رحمت انس و جاںؐ کے لائے ہوئے پیغام کی حکمرانی کے لئے' کچھ لوگ معاشرے سے الگ ہو کر خیمہ زن ہو گئے۔ ایک الگ تھلگ جگہ پر خیمہ بستی بسالی۔ اور عہد کیا کہ ہم صرف دین کی حکمرانی کے سائے میں زندگی بسر کریں گے۔ اور دین محمدیؐ کے لئے ہم خون کا آخری قطرہ تک بہا جائیں گے۔ دین کو حاکم بنانے کے لئے ہم حکمرانوں کو مجبور کر دیں گے کہ اسلامی نظام کو نافذ و غالب کریں۔ ہم پر حکمرانی اسلامی معیشت' اسلامی عدل اور اسلامی انصاف کے مطابق کرو۔ ہم غلاموں کی طرح تمہاری خدمت کریں گے لیکن اگر نہیں تو پھر یہ سینے حاضر ہیں ان کو چھلنی کر دو روز محشر حساب ہو جائے گا۔

یہ لوگ اتنے دیوانے ہیں کہ انہیں کچھ خوف نہیں کہ حکومت وقت ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ اسی کافرانہ نظام کے محافظ' اس نظام کو بچانے کے لئے کس حد تک جائیں گے۔ انہیں تو صرف اس بات کا ہوش ہے کہ ہمارے امیر' ہمارے سپہ سالار کا حکم ہے کہ دین کی حکمرانی کے لئے اس خیمہ بستی میں جمع ہو جاؤ۔ چھوڑ دو اس بے دین معاشرے کو۔

یہ جو لوگ اس خیمہ بستی میں مقیم ہیں۔ ان کو اس انتہائی قدم پر کیا مجبوری لے آئی ہے اور بھی سارے لوگ جو معاشرے میں' ملک میں مسلمان رہتے ہیں۔ مسلمان کہلواتے ہیں۔ پھر

**اس بے دین اور کافرانہ نظام کے تحت زندگی بسر کرنا سراسر کفر ہے**

کیوں چند ہزار نفوس نے دنہار کی پہاڑیوں میں ڈیرے لگا لئے ہیں۔ ہوا یوں ہے کہ اس قافلے کا سالار آج کا حسین ہے۔ انہوں نے اس بے دین نظام کو بدلنے کا تہیہ کر لیا ہے اور ان کا فرمان ہے کہ اس بے دین اور کافرانہ نظام کے تحت زندگی بسر کرنا سراسر کفر ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ کل روز محشر یہ پوچھا جائے گا کہ کیوں نہ چھوڑ دیا تم نے اس جگہ کو جہاں میرا دین حاکم نہیں تھا۔ کیوں ہجرت نہ کر گئے ظلم کے معاشرے سے تو پھر کیا جواب ہو گا ہمارے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے امیر کو وہ جرات' شجاعت عطا کر رکھی ہے حق گوئی و بے باکی کی کہ اس طرح کی مثال اس دور میں ممکن نہیں۔ اس قدر بے باکی اور صاف گوئی سے حکمران وقت کو نفاذ دین کے لئے خط لکھا کہ اخبارات شائع کرنے سے گھبراتے رہے' پریس والے پرنٹنگ کے لئے انکاری تھے کہ کہیں حکومت وقت ناراض نہ ہو جائے۔ لیکن اس مرد قلندر کو کوئی خوف' کوئی ڈر' کوئی لالچ اس حق پرستانہ کام سے نہ روک سکا۔ جنرل صاحب کو تحریر کردہ خط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

''میں یہ خط اپنے نبیؐ کی اس عظیم سنت کی تقلید میں لکھ رہا ہوں۔ جو انہوں نے فارس کے حکمراں پرویز کو لکھا تھا پرویز آپ کے نام کا بھی حصہ ہے۔ اس پرویز کے انجام سے تاریخ آگاہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ بھی اس انجام کو پہنچیں۔ آپ بھی کلمہ گو مسلمان ہیں۔ ہم پر اسلام قائم کر دیں۔ تاریخ آپ کو یاد رکھے گی۔ بصورت دیگر آپ کو میرا اور میرے عقیدت مندوں کے سر کاٹنا ہوں گے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



دل نہیں مانتا کہ اتنی دلیری سے کوئی شخص حاکم وقت جو فوجی یونیفارم میں بھی ملبوس ہو' کو للکار سکتا ہے۔ یقیناً یہ کوئی عام ہستی نہیں ہے۔ یہ ایک صوفی کی للکار ہے۔ یہ اللہ کے ولی کی جرات ہے۔ شیخ المکرّم اللہ کے دین کی حاکمیت کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان کی حق گوئی اور نبی اکرمؐ کے عشق نے ان کی بات اور پیغام میں وہ تاثیر پیدا کر دی ہے کہ آج لاکھوں فرزندان اسلام ان کی ایک آواز پر دین کی حاکمیت کے لئے جانیں نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ ان کے عقیدت مند ان سے والہانہ عشق کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر کام سے زیادہ اپنے شیخ کے حکم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ان کے امیر ہی کی پکار تھی کہ لوگ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر' اپنی تمام مصروفیات کو ترک کر کے خیموں میں آ بسے۔ یہ سب لوگ اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ ان کی ضروریات' مشکلات بھی ویسی ہی ہیں جو تمام لوگوں کو درپیش ہیں۔ مہنگائی اور ظلم سے ان کے گھر بھی غیر محفوظ ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ بھی وہی مجبوریاں ہیں جو معاشرے میں دوسرے لوگوں کو درپیش ہیں۔ لیکن انہوں نے نفاذ اسلام کے لئے اپنے امیر کی کال پر لبیک کہتے ہوئے خیموں کا یہ جہاں آباد کیا۔ مختلف علاقوں' تہذیبوں کے لوگ اپنی زبانیں' اپنے لباس اور اپنے رہن سہن کھانے پینے کے شوق مختلف ہونے کے باوجود اس ٹھٹھرتی سردی میں نفاذ اسلام کے لئے مل جل کر رہ رہے ہیں۔ یہ دین کی ڈور Cahin ہی تو ہے جس نے ان کو آپس میں یکجا کر دیا ہے۔

موسم کی تلخی' شدید سردی میں یہ لوگ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے ہیں' تہجد پڑھتے ہیں یخ بستہ پانی ان کو کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ اپنے گھروں میں یہ صوفی' درویش لوگ کن کن آسائشوں کے عادی نہ ہوں گے۔ لیکن اپنے نبی رحمت کی خوشنودی کے لئے' اور اپنے شیخ کے حکم کی بجا آوری کے لئے انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ میں خود اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ اس دنیا کے لوگ ہی نہیں

**اس مرد قلندر کو کوئی خوف' کوئی ڈر' کوئی لالچ اس حق پرستانہ کام سے نہ روک سکا**

ہیں۔ دین کی خاطر کٹ مرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ شہادت ان کی خواہش و آرزو ہے۔ میں ان کی دعائیں سنتا ہوں تو حیراں ہو جاتا ہوں کہ رو رو کر شہادت اور نفاذ دین کی دعائیں مانگتے ہیں۔

جمعۃ المبارک مورخہ 22-12-2000 کو تو نا معلوم کہاں کہاں سے لوگ اس شیر کی للکار سننے کے لئے جمع ہوئے۔ پورے ملک سے سینکڑوں بسوں' کاروں اور ویگنوں میں سوار ہو کر لوگ آئے ہیں۔ فضا میں عجیب خوشی اور سر مستی سی تھی۔ نعروں سے فضا گونج رہی ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ خوبصورت فوجی وردی پہنے سٹیج کے قریب کھڑا ہے اور اپنے سالار کا منتظر ہے۔ شیخ المکرّم کی آمد پر چھوٹے مجاہد نے اپنے سپہ سالار کو فوجی انداز سے سیلوٹ کیا اور امیر محترم نے ہاتھ تھام کر اس کو پیار کیا۔ سٹیج پر پہنچتے ہی لوگ دیوانہ وار کھڑے ہو کر اپنے امیر کا نعروں سے استقبال کر رہے ہیں۔ شیخ المکرّم کے چہرے پر ایک دلنواز دلنشیں سنجیدگی کے نقوش طاری ہیں۔ آنکھوں میں منزل قریب کی چمک کی تاریں رواں دواں ہیں گہری خوبصورت آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ بیان شروع ہونے پر جلسہ گاہ میں مکمل سکوت طاری ہو گیا' فضا تھرا رہی ہے اور سامعین پر رقت طاری ہے۔ نعروں کے جوش و ولولے اور تقریر کے جوبن پر۔ شیخ المکرّم نے اعلان کیا کہ 29 رمضان المبارک کی صبح اسلام آباد کی طرف مارچ ہو گا۔ نفاذ اسلام کا مطالبہ کریں گے۔ نفاذ اسلام کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ 28 کی شب بیداری میں لوگ ساری رات اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور 29 رمضان المبارک کو مارچ اسلام آباد ہو گا۔ اور انشاء اللہ نفاذ اسلام کرا کے ہی لوٹیں گے۔

ایوان اقتدار تک یہ الفاظ' اور اللہ کے ولی کی گرج پہنچی۔ تو ایوان اقتدار کے در و دیوار ہل کر رہ گئے۔ انتظامیہ اور وزارت داخلہ میں عجیب کھلبلی مچ گئی۔ اگلی صبح ہوتے ہی حکومت کے نمائندے آ موجود ہوئے۔ حضرت جی نے نہایت مشکل اور بار بار کی درخواستوں کے بعد شرف ملاقات بخشا۔ ہوم سیکرٹری' آئی جی پنجاب

www.naqshbandiaowaisiah.com



نے نفاذ اسلام کی یقین دہانی کروائی۔ تو وہیں دفتر میں بیٹھ کر اس وفد نے گورنر سے' پرنسپل ایڈوائزر ٹو چیف اور وزارت داخلہ G.H.Q سے بات کر کے حضرت جی کو یقین دلایا کہ ہم نفاذ اسلام کے لئے آپ کی ہر بات مانیں گے۔ تقریباً پانچ گھنٹے کی گفت وشنید کے بعد تحریری معاہدہ ہوا کہ حکومت الاخوان کے مطالبہ پر ملک میں نفاذ اسلام کا قدم اٹھائے گی۔ اور علماء کی ایک کونسل بنائی جائے گی جو بااختیار ہوگی۔ تب جا کر شیخ المکرّم نے اسلام آباد کا مارچ موخر کر دیا۔ اور حکومت کو 7 مارچ تک نفاذ اسلام کی پیش رفت کا موقع دیا کہ وہ نفاذ اسلام کی بابرکت سعادت سے بہرہ ور ہوں۔

حکومتی وفد ابھی رخصت ہوا ہی تھا کہ وزارت مذہبی امور کا نمائندہ آ گیا کہ وفاقی حکومت چیف ایگزیکٹو کی اجازت سے آپ سے درخواست کرتی ہے کہ ہم آپ کے نفاذ اسلام کے مطالبہ پر عملی اقدامات کے لئے تیار ہیں آپ مارچ موخر کر کے ایک کمیٹی نامزد کر دیں جو وزارت مذہبی امور کے ماہرین کے ساتھ مذاکرات کرتے ہوئے قوانین کو ایک ایک کر کے اسلامائز کرے گی۔

امیر محمد اکرم اعوان نے حکومت کو تحریری طور پر 7 مارچ کی مہلت دی کہ اس عرصہ میں قوانین کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھال کر لاگو کر دیا جائے' ورنہ نتائج کی ذمہ دار حکومت وقت ہوگی۔ اور ہم اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے میں آزاد ہوں گے اور پھر کسی کے روکے نہ رکیں گے۔

خیمہ بستی کے رہنے والوں کا شوق دیدنی تھا۔ زاد راہ لیکر میدان عمل میں وہ تو اترے ہوئے تھے۔ یہ لوگ تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نفاذ اسلام کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار تھے۔ واپسی کا تصور تو ان کے قریب بھی نہیں تھا۔ زندگی راہ خدا میں قربان کرنے لئے وصیتیں تک لکھی جا چکی تھیں مگر شیخ المکرّم کے معاہدہ پر لوگ صلح حدیبیہ کا تصور ذہن میں لاتے ہوئے مبارک بادیں دینے لگے۔ نعرے لگ رہے ہیں۔ واہ مالک تیری شان نرالی ہے۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ تیرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ یہ خیمہ بستی والے

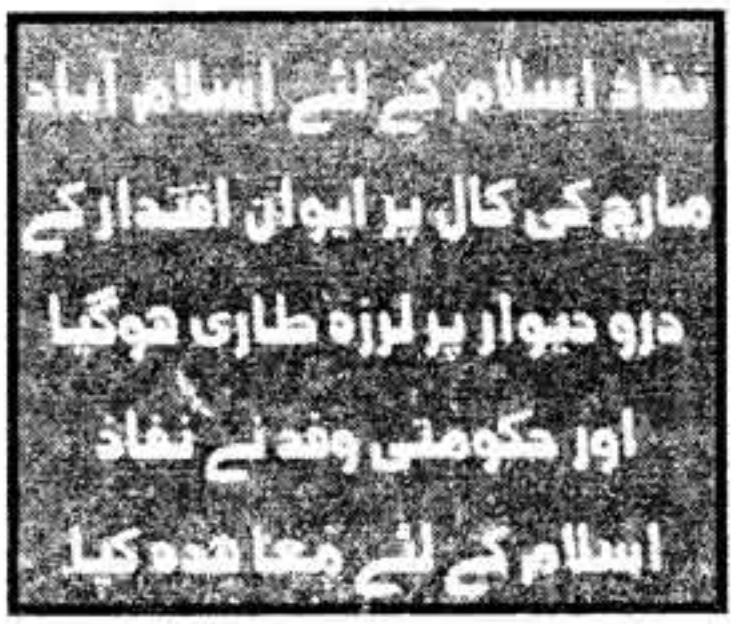


بھی تیرے ہی بندے ہیں۔ تو نے انہیں جذبے' جراتیں عطا کی ہیں۔ ان کے قائد امیر تنظیم الاخوان تیرے ہی بندے ہیں۔ اس ایک بندے کو تو نے اتنی جرات' بصیرت' شجاعت' دلیری' فراست' معاملہ فہمی' نبی کی محبت' اپنی ذات سے عشق اور دین کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ دیا ہے کہ پوری کافر دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے اس مرد قلندر نے' جس نے نہ صرف مومنوں بلکہ لاکھوں دلوں کو اس عظیم کام کے لئے تیار کر دیا ہے۔ تبھی تو امیر کی کال پر لبیک کہتے ہیں۔

دین اسلام کی خاطر اس طرح قربانی کا جذبہ رکھنے والے لوگ بہت دیر بعد پائے گئے۔ حضرت شیخ المکرّم نے حکومت کے نفاذ اسلام کے لئے کمیٹی بنانے پر نفاذ اسلام مارچ کو موخر کر دیا۔ اور سات مارچ تک حکومت کو مہلت دی ہے کہ وہ وطن عزیز پر اسلام کا نفاذ کرے۔ امیر کے حکم پر خیمہ بستی کے مقیم اپنے گھروں کو حق کی جیت کے ساتھ واپس ہوئے۔ اگر حکومت نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا تو یہ مجاہدین پہلے سے زیادہ یقین اور جوش وخروش سے سات مارچ کے بعد اسلام آباد کا رخ کریں گے اور اس ملک کی تقدیر پر محمد رسول اللہ کی مہر ثبت کریں گے۔ شیخ المکرّم کے ادنیٰ سے اشارے پر یہ اپنی گردنیں نفاذ اسلام کے عظیم مشن میں کٹوائیں گے۔

خیمہ بستی کے رہنے والوں کو وہ عظیم لافانی سعادت مل چکی ہے جو ان کا مقدر تھی۔ ان کا مقام تو اب کسی دوسرے کے نصیب میں نہیں۔ لیکن جو مسلمان اس کاروان اسلام میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ کریم ان بھولے مسلمانوں کو اس کام کی عظمت شعور نصیب فرمائے۔ انہیں یہ شعور بھی عطا کرے کہ ایسے رہنما' صدیوں بعد ہی نصیب ہوتے ہیں جن کا ماٹو صرف شریعت یا شہادت ہوتا ہے۔ اسلام کی حاکمیت کا لمحہ آن پہنچا ہے۔

لوگو! اس مرد قلندر کی آواز پر اسلام آباد جانے کے لئے تیار رہو' اس سعادت سے محروم نہ رہ جانا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# باتیں ان کی خوشبو خوشبو

حضرت اللہ یار خاں مجتہد فی التصوف تھے۔ایک بڑے پائے کے عالم اور مناظر تھے۔ساری زندگی عصمت صحابہ کے تحفظ اور دین کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے۔
آپ نے تصوف کی تاریخ میں ان مٹ نقوش چھوڑے۔سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی تھے جس کے موجودہ شیخ امیر محمد اکرم اعوان ہیں۔

حضرت اللہ یار خاںؒ مجتہد فی التصوف تھے آپ نے تصوف کو ایک نئی راہ اور ایک نیا انداز دیا۔اس سے پہلے کے تمام سلسلہ تصوف اور تمام صوفیاء کرام کی زندگیوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ظاہری ذکر اذکار اور تسبیحات تو شیخ بتاتے رہے لیکن باطنی کیفیات صرف چند لوگوں کو ہی دیتے رہے۔کسی بھی شخصیت کی زندگی کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ پانچ دس خلفاء کے علاوہ یہ نعمت کسی کو نہیں دی گئی۔

لیکن حضرت اللہ یار خاںؒ کی زندگی کے مطالعہ سے خوب علم ہوتا ہے کہ ہر آنے والا روشن قلب لے کر ہی گیا۔جتنی جتنی کسی میں استعداد تھی اتنا اتنا اسے نوازا گیا۔شاید ہی کوئی بدقسمت ایسا ہو جو محروم رہا ہر دل روشن ہو گیا اور ہر شاگرد وہ عورت ہو یا مرد کیفیات کے خزانے لے کر ہی گیا۔اس کی ایک وجہ تو شیخ کا مزاج اور انداز بھی ہو گا لیکن دوسری بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ قدرت نے انہیں کیفیات کا خزانہ عطا کیا ہوا تھا۔اور بانٹنے کی استعداد بھی دے رکھی تھی۔اتنی روحانی قوت کے لوگ پوری تاریخ تصوف میں نہیں ملتے جتنی اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو عطا کر رکھی تھیں۔اور نہ صرف ان کی زندگی ہی میں بلکہ ان کے بعد شیخ المکرم حضرت اکرم اعوان مدظلہ بھی اسی طرح یہ خزانے لٹا رہے ہیں۔بلکہ دائرہ فیض بڑھ کر پوری دنیا پر پھیل چکا ہے۔لاکھوں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔دن رات کیفیات بٹ رہی ہیں نامعلوم قدرت نے کس قدر خزانے اس نعمت کے اس سلسلہ کو عطا کر رکھے ہیں کہ ہر آنے والا سرشار ہو کر جاتا ہے لوگوں کو بلا کر ڈھونڈ کر یہ نعمت لٹائی جا رہی ہے اور یہ تاریخ اسلامی میں پہلی بار ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت اللہ یار خاں کو اتنی روحانی منازل اور کیفیات دے رکھی تھیں کہ ان کی زندگی کے بعد بھی اب موجودہ شیخ سلسلہ بھی لٹا رہے ہیں اور کوئی کمی نہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خوش نصیب فیض یاب ہو رہے ہیں۔

ایسے عظیم لوگ بڑے تاریخ ساز ہوتے ہیں جن دلوں میں حضرتؒ نے شمع روشن کی تھی ان سینوں سے آگے لاکھوں شمع روشن ہو چکی ہیں۔ایک بڑی جماعت بن چکی ہے جو الاخوان کی صورت میں نفاذ اسلام کے لئے میدان میں آ چکی ہے۔اس تنظیم کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ کوئی عام جماعت نہیں اس کے پیچھے ایک بڑی روحانی قوت اور روحانی کیفیات ہیں۔زیادہ تر ممبران سلسلہ عالیہ ہی کے روشن قلب صوفی ہیں۔جو جذبہ شہادت سے سرشار ہیں اور اپنے نبیؐ کے لائے ہوئے دین کی حاکمیت کے لئے اپنے امیر کی سرپرستی میں حکومت وقت کو مجبور کر رہے ہیں۔

اسلام کے نام پر اور دین کے نفاذ کے لئے بہت سی جماعتیں اور ادارے کام کر رہے ہیں لیکن روشن قلب صوفیاء کی جماعت صرف حضرت اللہ یار خاںؒ کے شاگردوں کی ہی ہے۔جس کا ہر ایک کارکن سکوک کا راہی ہے اور کیفیات سے بھرپور سینہ رکھتا ہے۔اور اس کی مثال پوری تاریخ اسلام میں نہیں ملتی کہ صوفیاء کی باقاعدہ جماعت بن جائے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے حضرت اللہ یار خاںؒ کی روحانی منازل اور قوت کا جو اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔اس لئے اس تنظیم اور جماعت اور اس تحریک نفاذ اسلام کو کوئی عام تحریک نہ سمجھا جائے اور یہ یقیناً قدرت الٰہی نے کسی خاص مقصد اور خاص کام پر ان صوفیا کو مامور کیا ہے۔نفاذ اسلام کا تاریخ ساز کام ان درویشوں کے ہاتھوں ہو گا۔اب اسلامی نظام کی حاکمیت کی منزل کچھ دور نہیں۔اس لئے بھی کہ

حضرت اللہ یار خاںؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب قدرت نے کوئی بڑا کام کرنا ہوتا ہے تو اس کام پر صوفیاء کو مامور کر دیا جاتا ہے'' اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے صوفیاء کی تنظیم الاخوان کو اس ریاست اسلامی پر اپنے دین کی حاکمیت کے لئے مقرر کر دیا ہے۔اور اب یہ ہونا ہے۔انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اپنے اس بندے حضرت اللہ یار خاںؒ پر جس نے یہ نعمت بے تحاشا بانٹی اور آج ان کے فیض یافتہ لوگ اپنے موجودہ شیخ کی جرات مندانہ قیادت میں اپنے نبیؐ کے لائے ہوئے دین کی حاکمیت کے لئے ایوان حکومت کو لرزا رہے ہیں۔

خیمہ بستی کا رہاشی

www.naqshbandiaowaisiah.com



# کلام شیخ

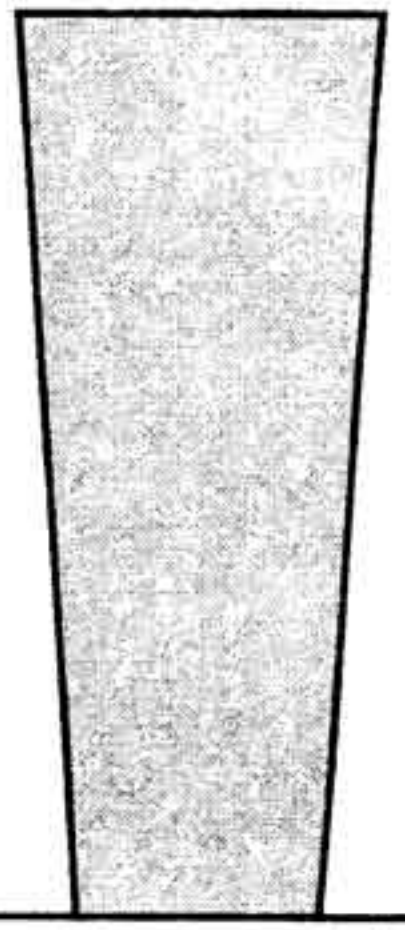

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گرد سفر' نشان منزل' متاع فقیر' آس جزیرہ' دیدہ تر' کونسی ایسی بات ہوئی ہے اور سوچ سمندر شائع ہو چکے ہیں۔

## کچھ خوش قسمت لڑ جائیں گے خون شہید پہ اڑ جائیں گے

کچھ دن کی تو بات ہے جانم پھر جانے کیا ہوگا
کون کسی سے مل پائے گا کس سے کون جدا ہوگا
فصلیں شاید پک جائیں گی کتنی گردنیں کٹ جائیں گی
جانے ان سب دریاؤں میں کتنا خون بہا ہوگا
جنگل بن گیا شہروں کا اور ایک سے ایک دلیروں کا
باری ہے اب خرگوشوں کی جانے کیا سے کیا ہوگا
ٹکڑا ٹکڑا بکھرنے والے خاموشی سے مرنے والے
بول اٹھیں گے جب یہ سارے کتنا شور بپا ہوگا
لٹی پٹی بے بس خاتونیں بے چاری بے کس خاتونیں
جانے کس پہ برسیں گی جانے اس کا کیا ہوگا
بوڑھے چند غریب اور بچے رہنے کو بس گھر ہیں کچے
کیل جڑے تھے دروازوں پر ان کا بھی در وا ہوگا
ہم تم بھی یہ سب دیکھیں گے خون کے دریا اب دیکھیں گے
ہوگی کیا کوئی کشتی' اس میں کیسا پور بھرا ہوگا
مظلوموں کو جاگنا ہوگا ظلم کو اب تو بھاگنا ہوگا
ہوگا عدل بہت سختی سے جیسے حشر بپا ہوگا
کچھ خوش قسمت لڑ جائیں گے خون شہید پہ اڑ جائیں گے
بک نہ سکے گا خون شہیداں حق ناحق جدا ہوگا
غداروں کے کام برے ہیں اب دن ان کے ختم ہوئے ہیں
اتریں گے میدان میں غازی شاہد آپ خدا ہوگا

سیماب اویسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

# میڈیا وار

**تو جان لو! وہ بھی میڈیا ھے جو اپنا وار کر گیا۔ تھیٹر یا سینما جانے والا تو ایک مخصوص طبقہ تھا۔ اس لئے اس کے اثرات بھی محدود رھے۔ لیکن یہ ٹی وی' ڈش' کیبل' ڈی کوڈر اور انٹر نیٹ یہ تو ھمارے گھروں میں' بیڈ رومز میں گھس آئے ھیں۔**

آسیہ اعوان' دارالعرفان چکوال

جو بھی لفظ عام ہو جاتا ہے اپنی اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔ ایسا ہی ایک لفظ ''میڈیا وار'' ہے۔ حالانکہ اس کے اندر ایک **Alarming effect** ہونا چاہئے کہ سننے یا پڑھنے والا فوراً ایک سر پہ کھڑے خطرے سے چوکنا ہو جائے۔ کیونکہ ''وار'' چیز ہی ایسی ہے چاہے اسے اردو میں لیں یا انگلش میں ''وار'' سے بچنے کے لئے فوری حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ لفظ چاہے میڈیا کے باہمی **Competition** کو واضح کرنے کے لئے مستعمل ہو مگر جو مجھے کہنا ہے غلط وہ بھی نہیں ہے۔ مسئلہ اگر ہے تو اتنا کہ ہمیں اپنی خواب غفلت اسقدر عزیز ہے کہ ہم ایسے ناپسندیدہ الفاظ سننا بھی پسند نہیں کرتے جن سے نیند میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہو۔

خصوصاً جب زد **Entertaining media** پہ پڑتی ہو۔ جواز بنا بنایا ہے کہ ''بھائی میرے! ہم کہاں خرافات سے متاثر ہوتے ہیں ہم ذرا سا **Time pass** کرنے کے لئے تھکے ہارے دماغ کو آسودگی دینے کے لئے تھوڑی دیر ٹی وی کے چرنوں میں ستا لیتے ہیں''

یقین جانیے مجھے اس پہ قطعاً اعتراض نہیں ہے بلکہ اب فقط ٹی وی' فلم کی بات ہی کہاں رہی ہے' اب تو اس میں انیک رسائل و جرائد (فیشن' فکشن' فلم **Comics** وغیرہ کے) پھر خصوصاً ای میل چینلز اور انٹرنیٹ جو کہ ٹی وی' فلم' رسائل ہر شے کو گزشتہ صدی میں چھوڑ آیا ہے اور ہمارے وقت' پیسے' دل اور دماغ پہ راج کر رہا ہے۔

ان تمام کے فوائد سے انکار ممکن نہیں ہے نہ ہی مقصود ہے بلکہ جو مجھے کہنا ہے وہ فقط اتنا ہے کہ دنیا کی ہر ایجاد ہمیں **Serve** کرنے کے لئے وجود میں آتی ہے۔

اس دنیا کی ہر شے ہم انسانوں کی خدمت پہ مامور ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ سورج صرف میرے ہی لئے طلوع ہوا ہے کہ میں اس کی روشنی اور حدت سے استفادہ کر سکوں' ہوا صرف میرے لئے بن میں نگر میں سرگرداں پھرا کرتی ہے کہ میں اسے اپنے پھیپھڑوں میں بھر کر زندگی کی ڈور قائم رکھ سکوں تو یہ بالکل غلط نہ ہوگا۔ بس اس بات کو تمام نوع انسانی پہ لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔

اپنی ذات سے بات کو شروع کریں اور تمام اولاد آدم پہ اپلائی کر دیں۔ ایسے میں کیا یہ بات انتہائی تکلیف دہ نہیں ہوگی کہ ہم جن کے لئے دنیا بنی ہے ہم ان حیثیتوں کو بدل دیں اور خود دنیا کے لئے بن جائیں۔ یہی صورت حال **Entertainment media** پہ صادق آتی ہے۔ اس سے اور دیگر مذکورہ ایجادات سے انسان سب سے بڑا فائدہ جو اٹھا سکتا ہے۔ وہ ہے **Knowledge** کا حصول اور ہم اس سے محظوظ ہونے کے بعد دوسرا درجہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں ہی فوائد تو بہر حال ہیں۔

ہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ امرت بھی زہر میں بدل سکتا ہے اگر اس کا استعمال غلط رنگ میں کیا جائے۔ اور جس صورت حال سے ہمارا پورا معاشرہ دوچار ہے وہ یہی ہے۔

امرت میں ہمارے لئے زہر بھر دیا گیا اور ہم اسے امرت سمجھ کر نہ صرف پیئے جا رہے ہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے خون میں **Inject** بھی کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے اس کے اثرات بھی ہمارے تمہارے بیچ نہیں رہیں گے بہت دور تک جائیں گے اور ان کا ظہور ہونا شروع ہو چکا ہے۔

اکثر جب اخبار کے ساتھ خصوصی اشاعت کا صفحہ آتا ہے تو بعض اوقات کالج یونیورسٹی کے طلبا کا کسی خاص موضوع پر اظہار

www.naqshbandiaowaisiah.com



خیال کا اہتمام ہوتا ہے۔ کبھی آئیڈیل کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہیں تو کبھی دولت کی اہمیت پہ یا محبت سے اس کا موازنہ' کبھی ارینجڈ میرج اور جوائنٹ فیملی سے متعلق یا پسند کی شادی اور علیحدہ رہنے جیسے موضوعات پر۔

یقیناً ہم میں سے ہر ایک نے کبھی نہ کبھی ان کی سرخیاں ہی سہی ملاحظہ ضرور کی ہوں گی۔ آئندہ کبھی ایسا صفحہ ہاتھ لگے تو دھیان سے پڑھیئے گا اور آپ دیکھیں گے کہ حیرت، دکھ اور مایوسی کے ایسے ملے جلے جذبات دل میں بھرنے لگتے ہیں کہ انہیں کوئی ایک نام دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اظہار خیال اس درجہ سطحی ہوتا ہے، دنیاوی خودغرضی سے پُر، اسلامی اور روایتی قدروں سے بیزاری کا موقع کہ سمجھ میں نہیں آتا ان معصوم ذہنوں میں یہ خناس بھرا کس نے؟

اس وقت ہمارے والدین کیا کر رہے تھے؟ ہمارے اساتذہ کدھر تھے؟ کیا پڑھا رہے تھے؟ ہمارا نصاب کیا سکھا رہا تھا؟ جواب کے لئے سر اٹھا کر دیکھو تو ہر طرف سے مایوسی ہوتی ہے۔ کسی کو رائی برابر پرواہ نہیں ہے کہ کون کس راہ کو اپنا رہا ہے بس اسے چار پیسے کمانے کا اہل ہونا چاہئے پھر تعلیم و تربیت کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور ہم اپنے ضمیر اور دنیا والوں کے سامنے سرخرو ہو جاتے ہیں۔

کوئی ہے ایسی چیز جس نے تھپکیاں دے کر سارے معاشرے کو گہری نیند سلا دیا ہے ہمارے ضمیر کی آواز کا گلہ گھونٹ دیا ہے ہماری فکر کی راہوں کو مسدود کر ڈالا ہے نہ کوئی قومی حمیت ہے اور نہ دینی غیرت۔

بس پیٹ میں کھانا ہو حلال یا حرام، منہ میں نوالہ ہونا چاہئے' دل و دماغ پہ گہری فکر اور سنجیدہ سوچ کی چھاپ ہو نہ ہو سرور کی برسات ہونی چاہئے جس بھی راہ سے آئے اور چھا جائے اس سے زیادہ کی نہ ہمیں طلب ہے اور نہ فکر۔ گویا یہی ہماری منزل ہے۔

کیا واقعی؟

کیا یہی ایک مومن کی منزل مقصود ہے؟ کیا صرف اسی لئے اسے خالق نے تخلیق کیا؟ اپنے پیغمبر کو جو صرف رسول خدا نہ تھا اس خالق و مالک کائنات کا محبوب تھا۔ کبھی غور کیا اس بات پہ وہ کس ہستی کا کیا تھا؟ اسے مکے کی گلیوں میں دربدر کیا۔ اور اس محبوب نے اتنی تکلیفوں کے درمیان لمحہ لمحہ Struggle کی کہ ہم آج جو اس کے دین کے حامل ہیں خود بھی یوں بے آبرو ہوں اور اس کے دین کو بھی زمانے میں رسوا کر دیں۔

"وار" چیز ھی ایسی ھے چاھے اسے اردو میں لیں یا انگلش میں "وار" سے بچنے کیلئے فوری حکمت عملی کی ضرورت ھوتی ھے

نہیں' یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو پھر دیکھو وہ نشہ آور دوا کیا ہے کونسی ہے؟ جس نے ہمیں اس نوع کی غنودگی میں مبتلا کر دیا ہے۔

تو جان لو! وہ یہی میڈیا ہے جو اپنا وار کر گیا۔ تھیٹر یا سینما جانے والا تو ایک مخصوص طبقہ تھا اس لئے اس کے اثرات بھی آج تک محدود رہے لیکن یہ ٹی وی' ڈش' کیبل' ڈی کوڈر' انٹرنیٹ یہ تو ہمارے گھروں میں' بیڈ رومز میں گھس آئے ہیں۔

اور یہ پوری طرح سے لیس ہیں' کبھی علم کے نام پر' کبھی جذبات بھڑکا کر' کبھی نغمہ و سرور کی محفل سجا کر اور کبھی قصے کہانیاں سنا کر۔ اس سب کے پیچھے جو ہاتھ کارفرما ہیں وہ بہت غیر محسوس طریقے سے ہمارے لئے ہماری زندگی کی راہیں متعین کرتے ہیں۔ ہماری سوچ کو نت نئے موضوعات پہ معلومات فراہم کرتے ہیں جن کا تعلق علم کی کسی قبیل سے نہیں ہوتا۔

اپنی آئیڈیالوجی کو مختلف کرداروں کا روپ دے کر امر کر دیتے ہیں' اک جسم عطا کر دیتے ہیں اور ہماری اقدار و روایات کو مضحکہ خیز بنا کر پیش کرتے ہیں اور پھر وہ ہمارے لئے باعث تذلیل یا شرم بن جاتی ہیں حتیٰ کہ لباس تک۔

اور یہ سب وہ بتا کر نہیں کرتے' جتا کر نہیں کرتے' سجھا کر نہیں کرتے' بہت خاموشی کے ساتھ' طویل مدتوں کے اندر' مسلسل حرکت کے باعث' خوب عرق ریزی سے وہ ایک طرف ایک بات کو پروجیکٹ کرتے ہیں اور دوسری طرف

www.naqshbandiaowaisiah.com



کوئی اور جوہر نایاب کنکر بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ ہمارے منہ میں اپنی بات اور دماغ میں اپنی سوچ ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی برتری' انصاف پسندی' رواداری اور مساوات کا ایسا پرچار کرتے ہیں کہ ہم خود سے' اپنے ملک و ماحول سے متنفر ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنا آئیڈیل سمجھنے لگتے ہیں۔

پوجنا شروع کر دیتے ہیں' رشک کرنے لگتے ہیں ان پر اور اپنی اصل پہ شرم کھاتے ہیں اور کوستے ہیں اس بات کو کہ اس سرزمین پاک پہ کیوں پیدا ہوئے۔

اور یہ جادو ایسا سر چڑھ کر بول رہا ہے کہ ہم ان کے خلاف ایک جملہ بھی سننا پسند نہیں کرتے۔ وہ ہمیں تھرڈ ورلڈ کہتے ہیں اور ہم اسے بصد خوشی قبول کرتے ہیں۔

جس مالک نے دنیا بنائی ہے اس نے پہلی' دوسری اور تیسری ورلڈ مقرر نہیں کی تو انہیں کس نے حق دیا ہے ایسا کرنے کا؟

خود ہم نے ۔۔۔ کیونکہ یہاں کسی کو اس بات پہ اعتراض نہیں ہے۔

جس خالق نے دنیا کے رہنے بسنے والے بنائے اس نے (قرآن) ایک قانون کی کتاب دی اور پیغمبر کو ایک نمونہ حیات بنایا اور پھر انسانوں کو آزادی دے دی جو چاہے قبول کرے جو چاہے نہ کرے تو پھر یہ کون ہوتے ہیں نیو ورلڈ آرڈر دینے والے؟ جو ہمارے آقا ہیں ہم ان کے اطاعت گزار بندے ہیں۔

کون ہم سے یہ سب منواتا ہے؟ کون ان کی پالیسیوں کے لئے راہیں ہموار کرتا ہے؟ ان کا یہ میڈیا وار ۔۔۔ جو ہمارے گھروں میں بیٹھا ہے ہمارے ایک ایک فرد کے ذہن میں داخل ہے دل پہ راج کرتا ہے اسی لئے تو کبھی کسی نے جھوٹے منہ بھی مخالفت نہ کی۔

حکمرانوں کا کیا سہارا لینا کہ وہ تو خود ان کے مقرر کردہ ہوتے ہیں بات تو عام عوام کی ہے' ایک ایک بندے کو قائل کرنا آسان نہیں۔ پھر ان میں ایک بھی اٹھ کھڑا ہوا تو اسے ہمنوا ملنا کون سا مشکل ہے۔ لوگوں کو بس ایک لے کر آگے

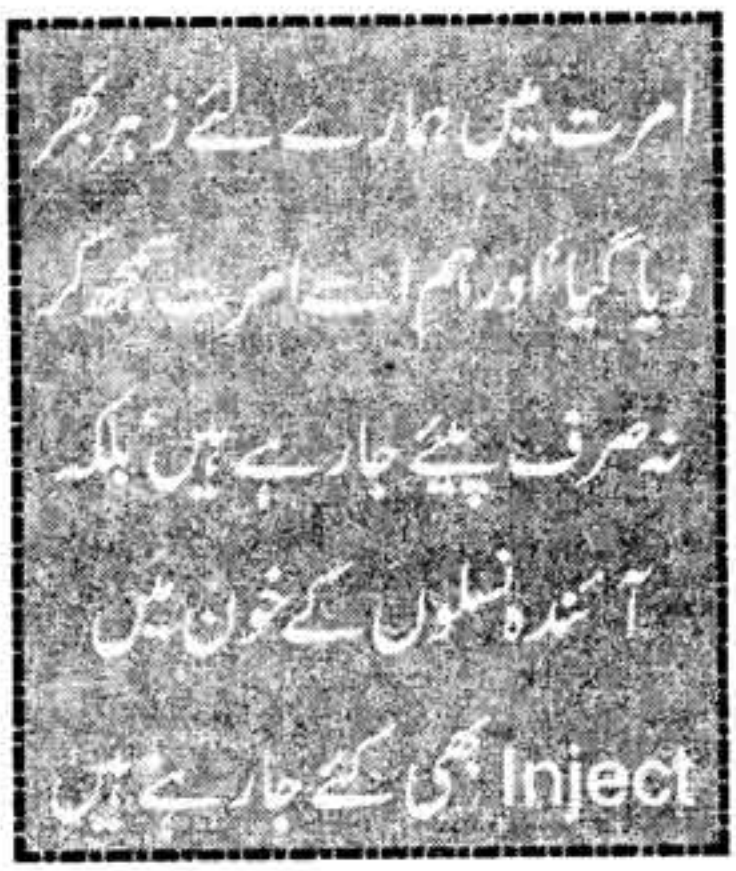


چلنے والا درکار ہوتا ہے ورنہ انہیں جمع ہونے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ ایک لیڈر اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہئے۔

تو انہوں نے ایک ایک بندے پہ محنت شروع کر دی۔ بڑے ٹھنڈے میٹھے انداز میں' اپنا بن بن کر' خیر خواہ بن کر۔ مزاجوں اور رواجوں سے واقفیت حاصل کر کے۔ لوگوں کے رجحان اور ذہنیت جان کر' پھر ہر لیول پر اور ہر بندے کے ساتھ انہوں نے اتنی محنت کی کہ اب وہ جو چاہے کہیں جو چاہے کریں۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

شاید کچھ ذہن ہوں آپ میں جو جھنجھلا کر یہ سوچنے لگیں کہ آخر کسی کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ اپنا وقت' پیسہ اور محنت اس بات پہ برباد کرے کہ ہم برباد ہو جائیں۔

تو بات بہت سادہ سی ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ دنیا میں صرف دو قومیں ہیں مسلمان اور کافر اور صرف دو ہی مذاہب ہیں اسلام اور کفر۔ اور ان دو میں سمجھوتے کی کوئی گنجائش نہیں ہے نہ ہی کوئی درمیان کی یا تیسری راہ ہے اب باطل ہر دم برسر پیکار رہتا ہے اپنے تسلط اور غلبے کو قائم رکھنے اور اسے پھیلانے کے لئے اس کے سامنے صرف ایک رکاوٹ' اسلام ہے۔ اس لئے وہ اول تو مسلمان کو ہی نہیں برداشت کرتا اور جہاں کرنا پڑے وہ ان کی مسلمانی کو ختم کرنے کے درپے ہو جاتا ہے تاکہ ہر طرف اس کی تہذیب ہو' افکار ہوں' اسی کا راج ہو اور وہ یہ بھی جانتا ہے۔

**جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔** (القرآن)

ترجمہ۔ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کا مقدر مٹ جانا ہی ہے۔

اسی بات کا اسے خدشہ رہتا ہے ہم اس بات کو بھول بھی جائیں وہ نہیں بھلا پاتا اور ہر دم ہمارے خلاف برسر پیکار رہتا ہے۔

جو لوگ یہ ماننے کو اب بھی تیار نہیں ہیں کہ **Entertaining media** کا **Entertain** کرنا کے علاوہ بھی کوئی مقصد ہو

www.naqshbandiaowaisiah.com



سکتا ہے یا کوئی اس قدر مربوط' منظم اور طویل منصوبہ بندی بھی کر سکتا ہے تو کیا وہ دیکھنے کے اہل بھی نہیں ہیں کہ سامنے کے نتائج کیا ہیں اگر تو نتائج ہمارے حق میں جاتے ہیں تو پھر تو ان کے عمل اور نیت پہ شبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا کیا جائے سب جمع خرچ کے بعد جو حاصل آتا ہے وہ انہیں کی جھولی میں گر رہا ہے' تو کیسے ہم یہ واویلا بھی نہ کریں کہ ہماری جھولی کے وہ لعل و گہر کیا ہوئے؟ جو ہمیں درکار ہیں جو ہمیں بہت عزیز ہیں۔ ایک ایک بندہ قیمتی ہے کیونکہ ایک ایک مومن نمائندہ ہے اسوہ رسول کا' دین برحق کا'

**اس سب کے پیچھے جو ہاتھ کار فرما ہیں وہ بہت غیر محسوس طریقے سے ہمارے لئے ہماری زندگی کی راہیں متعین کرتے ہیں**

ہمیں تو دنیا کو متاثر کرنا تھا۔ انہیں زندگی کا اسلوب سکھانا تھا۔ ایک جہان کی ذمہ داری ہے ہمارے کاندھوں پہ۔

اور یہ کیا' ہم خود دوسروں کے کاندھوں پہ سوار ہیں ایک جنازے کی طرح جدھر چاہے لیجائے'' جہاں جی چاہے مٹی میں دبا دے۔

لیکن نوبت کوئی سی بھی آ جائے مومن کبھی بے یار و مددگار نہیں ہوتا' اس کے ساتھ اس کا ایمان ہوتا ہے۔ (یاد رہے اللہ کے ساتھ کے لئے شرط اس کی ذات پہ ایمان ہونا ہے) راہنمائی کے لئے اسوہ رسولؐ ہے۔ کتاب اللہ موجود ہے اور حضورؐ کا فرمان برحق ہے اور اس بات پہ گواہ ہے کہ

''ہر مرض کے لئے دوا ہے''

تو پھر اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے پایا جائے۔ یہ تو ناممکن ہے میڈیا تو گھر کا ایک فرد بن چکا ہے اور وہ بھی سب سے پسندیدہ فیملی ممبر۔ اس کو کیونکر نکال باہر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نکالنے کو کہہ کون رہا ہے؟

ایک دفعہ ایک صحابیؓ کو فجر کی نماز کے لئے کسی نے جگایا تو آپ نے تشکر کے انداز میں پوچھا کہ وہ کون ہے جس کے باعث جماعت کی نماز چھٹنے سے بچ گئی تو اس نے کہا میں شیطان ہوں۔ استفسار فرمایا کہ تم نے یہ کام کب سے شروع کر دیا ہے کہ لوگوں کو نماز کے لئے جگا رہے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ پہلے بھی آپ کی فجر کی نماز باجماعت چھٹ گئی تھی تو آپ نے اس قدر تاسف کیا تھا کہ اتنا ثواب آپ کو نماز باجماعت کا نہ ملنا تھا جتنا اس کے چلے جانے کے غم میں مل گیا تو اس لئے میں یہ نہیں چاہتا کہ دوبارہ یہی سب کچھ ہو اور آپ کو زیادہ ثواب ملے۔ اس لئے کہ مجھے اپنا کم نقصان گوارا ہے۔

اس واقعہ کے بیان سے میری مراد اتنی ہے کہ

ان عبادی لیس لك علیهم سلطان (القران) (15/42)

ترجمہ۔ جو میرے بندے ہیں ان پہ تیرا کچھ اختیار نہ ہوگا۔

صاحب ایمان سے تو شیطان بھی عاجز آ سکتا ہے اور اس کی چالیں اسی کو مات دینے کا سبب بن سکتی ہیں اگر ہمارے اندر کوئی دم خم ہو اور ہم اس کے ہتھیار تبھی بے کار کر سکتے ہیں جب ہماری ان ایجادات سے متعلق رائے درست ہوگی۔ یہ گاڑیاں' ہوائی جہاز' راکٹ' بجلی' فون' ٹی وی' انٹرنیٹ یہ سب کیا ہیں؟ سب سائنسی ایجادات ہیں۔

ایجاد کسے کہتے ہیں؟

اس سلسلے میں حضرت جی کا بیان شاید آپ کی نظروں سے بھی گزرا ہو۔ وہ فرماتے ہیں اس کائنات کا نظام دو طرح کی چیزوں پہ استوار ہے۔ ایک مادی' دوسری روحانی۔ یعنی فزیکل سائنسز اور نارمیٹو سائنسز۔ مادے کا تعلق عقل سے ہے اس لئے کہ عقل بھی مادی ہے۔ اسی لئے مادی چیزوں کے راز پانے کے لئے عقل تو شرط ہے ایمان شرط نہیں کافر بھی یہ راز پا لیتا ہے۔

یہ نت نئی ایجادات جو ہمارے سامنے آ رہی ہیں ان میں کوئی بھی بندہ کوئی شے تخلیق نہیں کرتا۔ تو پھر ایجادات کیسے ہوتی ہیں؟

اس طرح کہ قدرت کے کارخانے میں ہر شے مختلف اجزاء کی ایک خاص ترکیب لئے ہوتی ہے۔ انہی چیزوں کو مختلف تناسب سے آپس میں جب ملایا جاتا ہے تو ایک نئی چیز ایجاد ہو جاتی

www.naqshbandiaowaisiah.com



ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ چیزیں پہلے سے موجود ہیں ان میں وہ خصوصیات بھی موجود تھیں انسانی عقل تلاش کرتی کرتی اس کلئے تک پہنچ گئی اور اس نے اس راز کو پالیا۔

چونکہ دنیا میں کوئی بھی کام اتفاقاً نہیں ہوتا۔ بلکہ اتفاق نام کی کوئی شے ہے ہی نہیں۔ ہر کام کے لئے اللہ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔ ہر واقع کے پیچھے بہت سے عوامل سلسلہ وار موجود ہوتے ہیں' ایک پورا منظم سسٹم ہے جس کے تحت ایک پتا بھی اپنی جگہ سے سرکتا ہے۔

بلکہ انسان اگر غور کرے تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ جنگلوں بیابانوں میں جہاں کوئی ذی روح موجود نہیں ہے' دیکھ نہیں رہا' وہاں بھی ہوا اٹھکیلیاں کرتی ہے تو ٹہنیاں جھولتی ہیں' پتے گرتے ہیں' ہوا کے دوش پر سفر کرتے ہیں۔

دھوپ اور چھاؤں کا کھیل ویسے ہی نپا تلا ہے' بارش کا قطرہ قطرہ اپنا ایک مقصد رکھتا ہے۔ زمین کا ذرہ ذرہ اسے قبول کرتا ہے۔ پھر روئیدگی پیدا ہوتی ہے۔ سبزہ اگتا ہے۔

کیوں؟ کیسے؟ کس لئے؟

اس نظام کو ان سوالوں سے کچھ غرض نہیں ہے یہ سب ایک مربوط نظام کے تحت ہوتا چلا آیا ہے اور آئندہ بھی جب تک مالک نے چاہا ہوتا رہے گا۔

ہم وہاں موجود ہیں یا نہیں' نوٹ کر رہے ہیں یا نہیں' استفادہ کر رہے ہیں یا نہیں' زمین' آسمان' سمندر سب اپنی اپنی ڈگر پہ چلتے ہی رہیں گے۔ ہم اس زمین کے سینے پہ اس نظام میں فساد ڈالنے کو نہیں بھی رہیں گے خود رزق زمین ہو جائیں گے' مٹی مٹی سے جا ملے گی تب بھی اس نظام کو کچھ فرق نہ پڑے گا۔ یہ بہت مربوط ہے۔ مضبوط و منظم ہے' حقیقی ہے' ٹھوس اور پائیدار ہے اور مستقل ہے اپنی معیاد تک۔

اس میں کہیں جھول نہیں۔ تبھی تو قرآن بار بار انسانی شعور کو جھنجھوڑتا ہے' اصرار کرتا ہے کہ "تسیر و ا فی الارض" زمین میں گھوم پھر کر دیکھو۔ وہ جو پوشیدہ ہے وہ ہر ذرے سے عیاں ہے۔ **افلا تعقلون افلا یشعرون** تم عقل نہیں رکھتے' کیا تم شعور نہیں رکھتے۔ تو پھر یہ دعویٰ کس قدر بودا ہے اپنے آپ میں کہ اسلام اور سائنس کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور انسان خود موجد ہے ان سائنسی کرشموں کا۔ اور یہ سارے عقل انسانی کے کمالات ہیں۔

اس سارے چکر میں ہم اس خالق کو بھول گئے جس نے اول درجے میں ان تمام چیزوں کو تخلیق کیا۔

کیا ایجاد کر لینا تخلیق کرنے سے بڑا عمل ہے؟ جبکہ ایجاد کی تمام صورتیں وہ خود ہی پیدا کرتا ہے۔ اتفاقات سے ایجادات نہیں ہوا کرتیں۔ یہ سب اسی سسٹم کے تحت ہو رہا ہے۔ وہی سسٹم ہے جو کڑیوں سے کڑیاں ملا رہا ہے اور انسان مادی ترقی کی راہ میں آگے سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔

لیکن اس نظام کا انحصار صرف مادی دنیا پہ تو نہ تھا۔ اس روحانی نظام کا کیا ہوا؟ یہ بات تو واضح ہو گئی کہ ایجاد کس بلا کا نام ہے اور اللہ کی ذات کا کس حد تک اس میں عمل دخل ہے' اب جہاں تک اس روحانی نظام کا سوال ہے تو یہاں ہم سے کوتاہی ہوئی ہم نے اسے یکسر فراموش کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم ان ایجادات کے سامنے خود کو بے بس پا رہے ہیں اور مغرب کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں۔ یہی وہ Missing Link ہے جسے واپس اپنی درست جگہ پہ رکھا جائے اس کا جائز مقام اسے دیا جائے تو ہم آج بھی بے اختیار نہیں' باوقار زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ روحانی نظام کیا ہے اور کیسے کام کرتا ہے؟

شیخ المکرم حضرت جی کے مطابق روحانیت کی بنیاد نور بصیرت ہے اور ایمان اس کے لئے شرط ہے۔ جب آپ اللہ رسول پہ ایمان لے آتے ہیں تو انسان کے قلب اور روح کو ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔

روح کا تعلق اس مادی جہان سے نہیں ہے وہ صرف تب تک ہی اس جسم میں قید ہے

**وہ ہمارے منہ میں اپنی بات اور دماغ میں اپنی سوچ ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی برتری انصاف پسندی' رواداری اور مسلوات کا ایسا پرچار کرتے ہیں کہ ہم خود سے' اپنے ملک و ماحول سے متنفر ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنا آئیڈیل سمجھنے لگتے ہیں**

www.naqshbandiaowaisiah.com



جب تک تار حیات قائم ہے' جونہی انسان کی موت واقع ہوتی ہے اس کی روح جسم سے خارج ہو جاتی ہے جسم مٹی کے سپرد ہو جاتا ہے لیکن روح باقی رہتی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک ایسے جہان سے ہے جسے عالم امر کہتے ہیں اور وہ غیر فانی ہے اس لئے روح بھی غیر فانی ہے۔

اب جب تک حیات ہے تب تک کفار کی ارواح کا عالم ایسا ہے جیسا اس حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ

''ان کے جسم ان کی روحوں کی قبریں ہیں''

اس لئے کہ روح مادی کردار سے متاثر ہوتی ہے جب مادی و دنیاوی معاملات میں شیطنت بڑھ جاتی ہے تو روح کمزور پڑ جاتی ہے اور نفس غالب آجاتا ہے جو روح کے بالمقابل ایک مادی قوت ہے جو جسم کے عناصر اربعہ یکجا ہونے سے وجود میں آتا ہے۔

ان دونوں یعنی نفس اور روح میں سے ایک وقت میں ایک غالب ہوگا اور دوسرا مغلوب' سمجھوتے والی بات یہاں ناپید ہے۔

یوں کفار اس روحانی نظام سے یک لخت بے دخل ہو گئے جبکہ مومن گنہ گار بھی ہو تو اس نظام سے کسی نہ کسی حد تک جڑا ضرور رہتا ہے۔

یہ ایک قانون قدرت ہے شیطنت و ظلمت جب بڑھ جاتی ہے تو کوئی نئی روحانی قوت میدان عمل میں آجاتی ہے اور اسی قانون کے تحت انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے اور سب سے آخر میں اللہ کریم نے ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد کو سارے جہانوں اور سارے زمانوں کے لئے مبعوث فرما دیا۔

اس بعثت کی قوت روحانی تھی۔ تو دنیا نے دیکھا کہ بنا اسباب دنیا کے اس قوت نے کفر کو زیر کر لیا۔ اس میں ایک اور نکتہ یہ بھی ہے کہ یہ روحانی قوت وہ تھی جو تمام بھلائی کی قوتوں کا سرچشمہ تھی۔ حتیٰ کہ جو آپؐ کے زمانہ حیات سے پہلے بھی گزر گئیں انہوں نے بھی آپؐ سے ہی استفادہ فرمایا۔ تبھی تو آپ کو رحمت اللعالمین کہا گیا ہے اور پہلے کی تمام انسانیت نے اپنے اپنے نبی کے ذریعے اس سرچشمہ قوت روحانی سے استفادہ کیا۔ جبکہ ہماری یہ خوش بختی ہے کہ ہم بنا

**صرف دو ہی مذاہب ہیں اسلام اور کفر' اور ان دو میں سمجھوتے کی کوئی گنجائش نہیں ہے نہ ہی کوئی درمیان کی یا تیسری راہ ہے**

کسی واسطے کے ڈائریکٹ آپؐ سے واصل ہیں۔

اب جب ہم ایمان لاتے ہیں حضور اکرمؐ پر تو اس روحانی قوت سے فیض پانے لگتے ہیں اس سے ہمارا مادی نفس کمزور پڑتا ہے اور روح طاقت میں آجاتی ہے۔

یہ طاقت ہمارے اندر برائی کے خلاف Resistence پیدا کرتی ہے۔ ہمیں چیزوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

عقل مادی کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے ایک وزیر کی طرح۔ یہ مشورے دیتی ہے ذرائع پیدا کرتی ہے لیکن فیصلہ اس روحانی قوت کی بنیادی پہ ہوتا ہے۔

جب ہم نے اس روحانی قوت کو' اس نظام کو یکسر نظر انداز کر دیا تو اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں کہ اچھے برے' درست غلط تک کے فیصلے کی قوت ہم میں نہیں رہی' ہم ادھر ہی کو بہنے لگتے ہیں جدھر کی ہوا چلتی ہے۔

ہم زمانے پہ' لوگوں پہ' رواجوں پہ اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ یہ ہمیں بدل دیتے ہیں۔ تو پھر ہم کس طرح اس دور میں جئیں گے کہ ہمارا ایمان' اسلامی تشخص اور قوت فیصلہ بھی محفوظ رہے اور ہم ان موجودہ سائنس کی ترقی یافتہ صورتوں سے استفادہ بھی کر سکیں؟

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ اسلام اور سائنس کے تعلق کو سمجھیں اور ایجاد کے فلسفے کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اس سب کے پیچھے اللہ کی ذات اور اس کی منشا کارفرما ہے۔ کیونکہ اس کی مرضی کے بغیر تو پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ اور دوسری یہ صورت ہے کہ اپنی روحانی قوت میں اضافہ کریں۔ جس طرح زندگی کے لئے' حیات دنیوی کے لئے جسم و روح یکساں اہم ہیں بعینہ جسم کی طرح روح کو بھی غذا درکار ہوتی ہے۔

جسم مادی ہے تو غذا بھی مادے سے حاصل کرتا ہے اور روح کی تخلیق نور سے ہوئی ہے تو اس کی غذا بھی نور بصیرت ہے نور نبوت ہے۔ جس کا حصول اتباع نبوت اور ذکر الٰہی سے ہی ممکن ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com



جس طرح ہمارا مادی کردار اس روحانی نظام کو متاثر کر سکتا ہے بالکل اسی طرح جب روح طاقتور ہو جاتی ہے۔ وہ ہماری سوچ پہ' مزاج پہ' عادات پہ اثر انداز ہونے لگتی ہے۔

نفس کمزور پڑتا ہے تو نفسانی خواہشات کمزور ہونے لگتی ہیں اور جب روح سے تعلق استوار ہوتا ہے تو وہ وہاں کی خبر لاتی ہے جہاں سے اس کا تعلق ہے۔ اور انسان بھی ادھر ہی متوجہ ہو جاتا ہے۔

اللہ کی ذات وصفات اور ان تمام چیزوں کی طرف رجحان کا جھکاؤ بڑھ جاتا ہے جو اس کی مظہر ہیں۔ پھر ایک پتے کا ہلنا بھی بے وجہ نہیں دکھتا اور نظر ظاہر سے سفر کر کے باطن تک جا پہنچتی ہے۔

چیزوں کی حقیقت کھلنے لگتی ہے۔ صرف عمل نہیں اس کے پیچھے سرگرم عوامل نظر آنے لگتے ہیں۔ اللہ کی ذات پہ اس کی صفات پہ اعتبار آنے لگتا ہے مادی نظام کے بھی اسرار کھلنے لگتے ہیں۔ یہ کتنا بودا ہے' فانی ہے اور کتنا اللہ کی ذات کا محتاج ہے' سب محسوس ہونے لگتا ہے' سب حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ پھر ایک نئی ہی طرح کا دین فہم حاصل ہوتا ہے ہم جب اسے مادی ذہن سے سمجھنا چاہتے ہیں تو سمجھ نہیں پاتے وہ ہمیں مافوق الفطرت لگتا ہے یا کم از کم اس کے ساتھ ہمیں کوئی تعلق محسوس نہیں ہوتا اور دین پہ عمل کرنا انتہائی مشکل لگتا ہے۔

لیکن جب روح کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو وہ اس کی حقیقت کو سمجھنے لگتی ہے۔ حکم کے پیچھے کارفرما حکمت نظر آنے لگتی ہے۔ احکام یوں لگتے ہیں جیسے اندھے کو کوئی پکڑ کر سیدھی اور محفوظ راہ پہ چلا رہا ہو۔ اور اللہ تک پہنچنا مشکل نہیں لگتا۔

ایک اور جگہ حضرت فرماتے ہیں۔

''سب سے بڑا غیب خود اللہ ہے۔ جس کی نہ کوئی مثال ہے نہ حد' نہ وہ خیال میں سما سکتا ہے نہ نظر میں' نہ ہی اس کی کوئی مثال ہے۔ لیکن انسانی فکر وشعور کا کمال ہے کہ جب اسے نور نبوت سے جلا ملتی ہے تو وہ ذات باری تعالیٰ کو پا لیتا ہے۔ پہچان لیتا ہے۔ جو مخلوق اللہ کو پہچان سکتی ہے نظام کائنات کے مختلف رازوں کو پالینا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں''

اس نظام کائنات کی کل حقیقت اب ہمارے سامنے ہے۔ ایسے میں اتنا سب جان کر پھر کیا ہم خود کو ان مادی چیزوں اور ان کے اثرات کے سامنے بے بس پائیں گے؟

نہیں' ہرگز نہیں' یہ دنیا ہمارے لئے بنی ہے ہم اس کے لئے نہیں۔ ہمیں تو اس کے ذریعے اس کے خالق تک پہنچنا ہے۔

اس دنیا میں رہنا ہے اس کو برتنا ہے اس سے استفادہ کرنا ہے لیکن اس مسافر کی طرح جس کی منزل ابھی آگے ہے اور وہ راہ میں کسی سایہ دار پیڑ تلے ستا رہا ہے اور اس کا پھل کھا رہا ہو۔ اگر وہ وہیں کا ہو رہے گا تو کبھی منزل کو نہ پا سکے گا اور بالآخر اس سائے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

اس منزل تک پہنچنے کے لئے ہمیں آج ہی بیدار ہونا ہوگا۔ (۱) ایمان اور اس کے عقیدے کی درستگی۔ (۲) اتباع رسالت اور اس میں خلوص نیت وعمل۔ (۳) قوت روحانی اور اس کے لئے ذکر الٰہی۔ یہ ہمارے تین ہتھیار ہیں تین دشمنوں کے خلاف (۱) نفس کے خلاف (۲) شیطان اور اس کے چیلوں کے خلاف (۳) اور اس دنیا اور اس کے دل لبھانے والی اداؤں کے سامنے۔

**جب روح سے تعلق استوار ہوتا ہے تو وہ وہاں کی خبر لاتی ہے جہاں سے اس کا تعلق ہوتا ہے**

دیکھئے کیا آپ ان ہتھیاروں سے لیس ہیں کیونکہ دشمن تو ہر لمحہ سرگرم عمل ہے۔ اگر نہیں تو آپ کی حالت اس سپاہ جیسی ہے جو اپنے دشمن کے بالمقابل خالی ہاتھ ہے۔ ایک سادہ دل' رحم نہ کھانے والا دشمن۔

نتائج کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# ذکر الٰہی

ہرفرقہ ، ہر طبقہ خیال، ہر مکتب فکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اگر تم بھی یہ کرو تو اللہ تم سے راضی ہوگا اگر یہ عقاید ہوں' اگر یہ نظریات ہوں تو انسان کی اخروی زندگی درست ہو جائے گی ایسی فرقہ پرستی کی فضا میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک ایسی قدر مشترک تلاش کی جائے جس سے کوئی فرقہ بھی انکار نہ کرسکے

بیان۔امیر محمد اکرم اعوان

ترتیب۔عبدالودود شاہ' پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم **فاذکرونی اذکر کم واشکرولی ولا تکفرون۔ 2/152**

بزرگان کرام وعزیزان گرامی!

یہ جلسہ محض تبلیغی نوعیت کا ہے ہر جلسہ کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے۔بعض اجلاس اپنے مسلک اور اپنے طریقے کی وضاحت اور اس کے استدلال اوراس کی حقانیت کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں۔بعض اجلاس ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں معترض کے اعتراضات کا جواب دینا ہوتا ہے۔یا فریق مخالف کی کسی بات کا رد کرنا ہوتا ہے۔ ان اجلاس کا مزاج اور نوعیت اپنی ہوتی ہے۔ان کے بیان اپنے ہوتے ہیں۔ایک بندھی ہوئی (طے شدہ) بات ہوتی ہے اور پھر اس کے مطابق بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دوسروں کے مزاج کے مطابق نہیں ہوتیں۔آج کا جلسہ تبلیغی نوعیت کا ہے۔ تبلیغ اسلام تمام انسانیت کے لئے ہے۔اسلام کی تبلیغ کسی ایک گھر کے لئے نہیں کسی ایک طبقے کے لئے نہیں کسی ایک قوم کے واسطے نہیں۔ کسی ایک ملک کے لئے نہیں بلکہ ساری انسانی برادری کی خاطر ہے۔حضرت آدمؑ کی اولاد جس قدر بھی دنیا میں بستی ہے۔ ساری ہی مخاطب ہوتی ہے۔تبلیغ اسلام کے لئے قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے "یا ایھا الناس" یہ لفظ تمام نوع انسانی کو مخاطب کرتا ہے۔کوئی فرد کسی ملک کا ہو' کسی قوم کا ہو' کسی نظریے کا حامل ہو کسی خیال کا ہو اس کے لئے اسلام کی دعوت ہے اور اسلام کوئی فرضی مذہب نہیں کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ پوری زندگی کا ایک عملی نصاب ہے اور اس میں کمال یہ ہے کہ عالم انسانیت کا کوئی فرد' کسی عقیدے کا حامل کوئی سا عمل کر رہا ہے' کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہے' کسی ملک میں ہو' کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔جس جگہ' جس وقت جس حالت میں بھی ہو اگر اسلام کو قبول کرلے اللہ رب العزت اس کی دستگیری فرما کر اسے ہر دو عالم کی سربلندی عطا فرمادیتے ہیں۔اور یہ محض کہنے اور دیکھنے کی بات نہیں بلکہ یہ تاریخ عالم کا ایک سنہری باب ہے کہ اسلام کس طرح اقوام عالم میں پھیلا اور کس طرح اقوام عالم نے اس کو قبول کیا۔اور ان کی عملی زندگی میں اسلام کی وجہ سے کیا کیا انقلاب آئے۔ انسانیت کے جوہر سے حقیقتاً قومیں آشنا ہی اس وقت ہوئیں جب اسلام کے حلقہ بگوش ہوئیں۔ ورنہ اگر اقوام عالم کی اس سے پہلے کی تاریخ دیکھی جائے تو آج جو قومیں بہت مہذب ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں اور جو قومیں تہذیب کے نام پر گورے اور کالے کا خون مباح کرتی ہیں اور جو قومیں امن کے نام پر ایٹم بم ایجاد کرتی ہیں انسانیت کے ساتھ کتنے بڑے فراڈ کی مرتکب ہیں ان کے نام پر ایسے ایسے مہلک ہتھیار ایجاد کر دیئے جائیں جو آن واحد میں ایک ملک کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوں۔ ان اقوام کی حالت چھٹی صدی عیسوی میں نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بتوں کے سامنے انسانوں کو ذبح کرنا عبادت قرار پایا یعنی اس کو عبادت قرار دیا گیا کہ کمزور کو پکڑ کر پتھر یا بت کے سامنے ذبح کر کے قربانی دے دو۔ کسی دوسرے ملک میں مذہب کے نام پر لوگوں کی عزت وعصمت برباد کی جاتی تھی۔ کسی اور ملک کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا کہ وہاں انسانوں کو ذبح کر کے کھایا جاتا تھا اور اس وقت روما (روم) میں انسانوں پر بھوکے درندے یعنی شیر اور بھیڑیئے چھوڑ کر حاکم جو مخلوق کی جانوں کا محافظ ہوتا ہے' رعایا کی جان و مال اور عزت کا ضامن ہوتا ہے وہی حاکم وقت اپنے امراء کے ساتھ انسانوں کو بھوکے درندوں کے سامنے پھینک کر ان کی چیخوں سے محظوظ ہوتا نظر آتا

www.naqshbandiaowaisiah.com



ہے۔ بگڑے ہوئے معاشرے اور اس تباہ حال اور زخموں سے سسکتی ہوئی انسانیت کو اگر آرام اور سکون حاصل ہوا تو وہ صرف اور صرف دامن رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں حاصل ہوا۔ لوگ جوق در جوق ملکوں کے ملک' قوموں کی قومیں اور لشکروں کے لشکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس لئے اسلام کی دعوت تو اپنے اندر ایک عجیب پہلو رکھتی ہے اسلام کا امتیازی اور سب سے بڑا دعویٰ یہ ہے کہ انسان کسی حالت میں ہو' کسی جگہ ہو کسی معاشرے میں ہو کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ ہر فرقہ' ہر طبقہ' ہر مکتب فکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اگر تم بھی یہ کرو تو اللہ تم سے راضی ہوگا۔ اگر یہ عقائد ہوں' اگر یہ نظریات ہوں تو انسان کی اخروی زندگی درست ہو جائے گی۔ ایسی فرقہ پرستی کی فضا میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک ایسی قدر مشترک تلاش کی جائے جس سے کوئی فرقہ بھی انکار نہ کر سکے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ رب العزت کا ذاتی کلام ہے۔ نبی رحمتؐ کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس کے پہنچانے والی ہستیؐ صادق اور امین ہے۔ تو اللہ نے فرمایا" **ویھدی الیہ من ینیب** " یہاں اللہ رب العزت نے کوئی قید نہیں لگائی۔ سنی ہو' شیعہ ہو' وہابی ہو مرزائی ہو' سکھ ہو' یہودی ہو' کوئی منکر خدا بھی ہو' کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو' اللہ کریم نے فرمایا کسی وقت بھی اس کے دل کی گہرائی میں یہ خیال حقیقتاً پیدا ہو جائے کہ اللہ میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ تجھے تلاش کرنا چاہتا ہوں تجھے ملنا چاہتا ہوں' دنیا کے کسی گوشے میں ہو' کسی ملک میں ہو کسی خطے میں ہو لیکن ضرورت صرف یہ ہے کہ اس کے دل میں انابت آ جائے۔ انابت یہ نہیں ہے کہ یا اللہ میں فارغ ہو جاؤں تو تیری عبادت کروں گا۔ انابت الی اللہ یہ ہے کہ جو سب سے قوی تر جذبہ اس کے دل کی گہرائی میں پیدا ہو وہ یہ ہے کہ "مجھے اللہ جل شانہ کی طرف سے ہدایت نصیب ہو جائے" اللہ کریم فرماتا ہے کہ جس کے دل میں یہ بات آ جائے میں خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی بارگاہ میں لے جاتا ہوں۔ **یھدی الیہ** یعنی اللہ کریم اپنی ذات کی طرف راہنمائی فرما دیتا ہے۔ وہ شخص جو چند لمحے پیشتر کافر ہے۔ چوٹی کا مسلمان' نیک پارسا اور ولی ہو سکتا ہے۔ اسلام کا دامن اس قدر وسیع ہے لیکن اس انابت الی اللہ کے واسطے ایک بہت بڑا محرک چاہئے' کوئی بہت بڑی تحریک چاہئے جو اس بندے کو ہلا کر رکھ دے۔ اور وہ سمجھے کہ کوئی جائے پناہ نہیں سوائے ذات باری کے۔ اس کے لئے انسانی زندگی میں کوئی ایسا انقلاب چاہئے کوئی ایسی بات چاہئے کوئی ایسا ایٹم بم چاہئے جو انسان کو ہلا کر رکھ دے اور وہ واقعی صمیم قلب سے یہ سمجھے کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں تو ظاہر ہے یہ اتفاقات' یہ حادثات' یہ انقلابات نہ فوری ہوتے ہیں نہ ہی ہر شخص کا شعور اس پائے کا ہوتا ہے کہ حادثہ سے متاثر ہو کر حقیقی جائے پناہ کی طرف اس کا رخ ہو جائے۔ اس سے بھی ایک سہل تر' آسان اور بڑی آسان راہ انسان کو اللہ نے بتائی ہے۔ اتنی سہل' اتنی آسان' اتنی آسان جس سے کسی انسان کو اختلاف بھی نہیں ہو سکتا اور اتنی آسان کہ ہر بندہ کر بھی سکتا ہے اور اتنی زود اثر ہے اور اتنی اس کی ضرورت کے مطابق ہے کہ ہر متنفس کے لئے اس میں شفا بھی موجود ہے اور ہر بندہ کر بھی سکتا ہے اور شفا بھی یقینی ہے اور وہ ہے "**فاذکرونی اذکر کم**" فرمایا اے لوگو! سارے کام جہاں تم کرتے ہو' ضروریات زندگی تلاش کرتے ہو اپنی زندگی کی معاش تلاش کرتے ہو' رہنے کے لئے ٹھکانے تلاش کرتے ہو اپنے ماحول اور اپنے موسم کے لباس تلاش کرتے ہو' اسی طرح جس طرح باقی ضروریات زندگی کے لئے محنت کرتے ہو' میری طلب پیدا کرنے کے لئے میرا ذکر بھی کیا کرو۔ **فاذکرونی** نتیجہ کیا ہوگا تم میرا ذکر کرو گے۔ **اذکر کم** میں تمہاری باتیں کیا کروں گا۔ ثمرہ کیا ہوگا' نتیجہ کیا ہوگا جس وقت تم میرا ذکر لے کر بیٹھو گے' جس وقت تم میری یاد میں بیٹھو گے جس وقت تک میرا نام لیتے رہو گے' کوئی طبقہ' کوئی مکتب فکر ہو کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ کوئی مسلمان اللہ اللہ شروع کر دے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ کوئی فرد' کوئی انسان معاشرے کی کوئی اکائی' مرد ہو عورت ہو' بچہ ہو بوڑھا ہو' جاہل ہو یا عالم ہو' چور ہو' ڈاکو ہو' زانی فاسق ہو' فاجر ہو میرا نام لے کر دیکھے تو سہی۔ دنیا کے اور کام بھی تو کرتا ہے کبھی بیٹھ کر اپنی زندگی کے معمولات میں میرا نام بھی داخل کر لے تو پھر کیا ہوگا میں اس کی باتیں کیا کروں گا۔

(جاری ہے)

www.naqshbandiaowaisiah.com

# کثرت دولت انسانیت کے زوال کا باعث ہے

پروفیسر حافظ عبدالرزاق کالج کے ریٹائرڈ پرنسپل ہیں' ملازمت سے تو کافی عرصہ پہلے ریٹائرمنٹ لے لی تھی لیکن سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لئے ہمیشہ کی طرح پہلے جیسی ہی مستعدی سے اپنے ایمان افروز خیالات ضبط تحریر میں لاتے رہتے ہیں۔ اللہ ان کی عمر دراز کرے۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے لئے ان کی خدمات بہت گراں مایہ ہیں۔

تحریر۔ پروفیسر عبدالرزاق

آج کی بحث کے لئے جو عنوان تجویز کیا گیا ہے اس میں ایک لفظ ایسا آتا ہے جو عنوان کی' موضوع بحث کی اور ساری بحث کی روح ہے یا نقطہ ہے اور وہ لفظ ہے ''انسانیت'' جب تک اس کی حقیقت معلوم نہ ہو اور وہ پیش نظر نہ ہو ساری بحث ہی فضول ہے۔ آیئے اس کی حقیقت معلوم کریں۔

اہل علم میں مشہور ہے کہ مخلوق کی وہ قسمیں جو انسان کے حواس کی زد میں آتی ہیں وہ چار ہیں۔ جمادات' نباتات' حیوان اور انسان۔ لیکن فلاسفر اور حکماء تین قسمیں بتاتے ہیں اور چوتھی قسم جس کو وہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں وہ ہے ''انسان'' چنانچہ قدیم فلاسفرین میں سے ارسطو کہتا ہے کہ man is a socialAnimal یعنی انسان دراصل مل جل کر رہنے والا حیوان ہے بعد کے فلاسفر نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان دراصل حیوان ناطق ہے۔ یعنی قدیم وجدید حکماء اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کوئی چوتھی قسم نہیں دراصل یہ حیوان ہی تو ہے۔

بات کسی حد تک درست نظر آتی ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی زندگی بالکل حیوان کی سی ہوتی ہے اس کو سوائے کھانے پینے بول و براز کرنے اور سونے کے کسی چیز کی نہ خبر ہوتی ہے نہ واسطہ۔ پھر جب ذرا سیانا ہوتا ہے اور باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے تو اس ایک وصف کے اضافہ کی وجہ سے وہ نرے حیوان سے ترقی کر کے حیوان ناطق بن گیا۔ جب جوان ہوا تو اس کو آدمی کہا جانے لگا۔ کچھ حکما اس کو آدمی کہنے سے اتفاق نہیں کرتے بالکل آج کے سائنسی دور میں میں تو اسے آدمی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اکبر نے اس حقیقت کو یوں پیش کیا ہے

نئی تہذیب کو کیا واسطہ ہے آدمیت سے
جناب ڈارون کو حضرت آدم سے کیا مطلب

بات درست ہے کیونکہ ڈارون کی تحقیق یہی ہے کہ آدمی دراصل بندر کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ لہذا وہ حیوان ہی ہوا۔ بگڑا ہوا یا بدلا ہوا حیوان سہی۔

جو لوگ اسے آدمی سمجھتے ہیں ان کے نزدیک آدمی کی زندگی کا مقصد صرف ایک ہے دولت کمانا اور دولت جمع کرنا۔ اور اس دولت کے بل بوتے پر عیش کرنا۔ چنانچہ ان کا ماٹو یہ ہے کہ

دنیا کا مزہ لے لو دنیا تمہاری ہے

یا

ایہہ جہان مٹھا اگلا کس نے ڈٹھا

اس مقصد حیات کی تائید پوری دنیا میں پائی جاتی ہے۔ مثلا قاعدہ ہے کہ کسی زبان کا کوئی محاورہ دراصل سالہا سال کے تجربوں کا نچوڑ ہوتا ہے۔ اب مختلف زبانوں کے محاورات پر غور کریں۔

(۱) ہندی زبان کا محاورہ ہے دولت کے ہیں تین نام پرسو' پرسا' پرس رام۔ اپنی بولی میں یوں سمجھیں پھتو' پھتا' فتح خان یعنی دولت نہیں تو پھتو ہے کچھ جمع کر لیا تو پھتا کہلانے لگا اور ہن برسنے لگا تو فتح خان بلکہ چوہدری فتح خان کہلانے لگا۔

(۲) اردو زبان کا محاورہ ہے ''دام بنائے کام'' یعنی دولت ہی سے کام سنورتے ہیں اس میں اگر شک ہو تو حکومت کے کسی محکمے کے کسی دفتر میں چلے جاؤ معلوم ہو جائے گا کہ دام بنائے کام یعنی دولت کے بغیر کوئی کام بنتا ہی نہیں ہے۔

(۳) فارسی زبان میں ہے ''اے زر تو خدا نیست ولیک بخد ستار عیوب و قاضی الحاجاتی۔'' یعنی اے دولت تو خدا تو نہیں لیکن خدا کی قسم تو عیب چھپانے والی اور ضرورتیں پوری کرنے والی ہے۔ یہ عیب چھپانے والی بات پرانی ہوگئی ہے اب تو دولت عیب چھپانے والی نہیں عیب کو خوبی بنا دینے والی ہے۔ قوت چاہئے؟ لیجئے حاضر ہے ہمارے بڑے بوڑھے جانتے ہیں کہ کچھ عرصہ

www.naqshbandiaowaisiah.com



پہلے معاشرے میں کچھ لوگ تھے جنہیں ڈوم کہتے تھے۔ان کونفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مانگتے پھرتے ہیں جب دولت آتی ہے تو ان کا نام ہوگیا گلوکار' موسیقار اور گلوکارہ اور یہ ایسی خوبی ہے کہ معاشرے میں سب سے اونچی قوم سید سمجھی جاتی ہے مگر اب انہوں نے بھی یہی کام شروع کیا اور اپنے نام کے ساتھ سید بھی لکھتے ہیں یعنی اصل ٹوہر تو اس پیشے کی ہے۔

پھر ایک اور قوم ہوتی تھی جسے بھانڈ اور بھانڈنی کہتے تھے یہ بھی اسی طرح قابل نفرت۔ اب جب دولت آ گئی تو ان کا نام ہوا' اداکارہ فلم سٹار اور اداکار اور اس کی اتنی عزت ہوئی کہ ہمارے معاشرے میں پیر اور پیرزادے نہایت قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ اب پیرزادوں نے یہ پیشہ اختیار کیا اور اپنے نام کے ساتھ پیرزادہ بھی لکھتے ہیں کہ اصل خوبی تو یہ نیا پیشہ ہے' یہ طبقہ اتنا بلند ہے کہ دیکھو پہلے زمانے میں کسی کے حسن کی تعریف کرنا ہوتی تو کہتے حور ہے اور اب حسن کا معیار جانتے ہو کیا ہے سنو! میک اپ کر کے آتی ہے تو بالکل ریما لگتی ہے۔

(۴) انگریزی زبان کو دیکھو

**Monymakesthemarego**

بات وہی ہے کہ دام بنائے کام۔ مگر انگریزی سے تائید ہوگئی تو اب کے حقیقت ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ کیونکہ انگریزی کی برتری تو ہمارے ہاں مسلم ہے۔ یہ بات حقیقت ثابتہ بن کے سامنے آ گئی کہ وہ مخلوق جو حیوان ناطق ہے اس کے لئے تو کثرت دولت مقصد حیات ہے' زوال کا باعث کہاں۔ مگر بات انسانیت کی ہے جو چوتھی مخلوق انسان کا امتیازی وصف ہے۔

انسان وہ مخلوق ہے جس کا تعارف ہر زمانے میں اسلام ہی نے کرایا۔ اسلامی آئین کا آخری ایڈیشن ''قرآن حکیم'' اس سلسلے میں پوری رہنمائی کرتا ہے جس کا اجمالی ذکر یہ ہے۔

(۱) انسان سے پہلے جو مخلوق آباد تھی اس کو مخاطب کر کے خالق نے فرمایا۔

**انی جاعل فی الارض خلیفه** ۔یعنی انسان وہ ہے جس کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کا خلیفہ

**جب دولت گھٹا باندھ کر آتی ہے تو پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی اسے اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے**

ہے۔ خلیفہ کی تعریف یہ ہے کہ ذات جو اصل حاکم کا قانون اپنے آپ پر اور اس کی رعایا پر نافذ کرے۔ پس انسان وہ ہے جو خود خالق کے قانون کا پابند ہو اور جو بھی اس کے زیر اثر ہو اس کو اس کا پابند بنائے۔

(۲) پھر قرآن انسان کا مقصد تخلیق ایک اور انداز سے بتاتا ہے۔ ارشاد ہے **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون**۔ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ لوگوں نے عبادت کا مفہوم پوجا پاٹ یا **Worship** بنا لیا حالانکہ عبادت کے معنی **عبد شدن** غلام بن جانا۔ یعنی جو میں کہوں وہی کریں لہذا انسان پوری زندگی یوں گزارے جیسے اللہ کہے اس طرح اس کا کھانا پینا بولنا چالنا سونا جاگنا کمانا خرچ کرنا دوستی دشمنی سب عبادت ہے۔ اگر وہ اللہ کے کہے سے ہٹ کر زندگی کا کوئی کام کرتا ہے تو وہ انسان نہیں بلکہ صرف حیوان ناطق ہے۔

(۳) اللہ کا بندہ بن جانے کا ایک سلیقہ ہے اور دراصل وہی اس کی اصل پہچان ہے ارشاد ہے **والذین امنو اشد حباالله**۔ یعنی جس حیوان ناطق نے اپنے خالق کے ساتھ عبد بن کر رہنے کا معاہدہ کر لیا اس کی پہچان یہ ہے کہ اسے سب سے زیادہ اللہ سے محبت ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ محبت ہی اصل قوت ہے جو اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ اللہ جو کہے یہ وہی کرے اور محبت سے کرے۔ مجبوری سمجھ کر نہ کرے۔ ایسے انسان تیار کرنے کے لئے اللہ نے ہر زمانے میں اپنے نمائندے مقرر کرنے کا اہتمام کیا جو حیوان ناطق کو انسان بنانے کا کام کرتے رہے' انہیں نبی یا رسول کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ مثالی انسان ہوا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو ہم کہیں وہ کرو اور جیسے ہم کریں ویسے کرو۔ اس طرح انہوں نے بندے کو رب کے عبد اور مقرب بنانے کی ڈیوٹی دی پس بندے کا اپنے رب سے عبدیت کا تعلق قائم ہونے کا نام ''انسانیت'' ہے۔ جس قدر اس تعلق میں کمی واقع ہوئی اس قدر انسانیت کو زوال آ گیا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جب بھی کوئی مثالی انسان یعنی نبی یا رسول اپنے زمانے کے حیوان ناطق گروہ کو انسان بننے کی دعوت دیتا وہ لپک کر اس کو قبول کرتے لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ دولت

کے پجاریوں نے ہمیشہ اس میں روڑے اٹکائے۔

مثلاً (۱) قرآن بتاتا ہے کہ زرداری کا جنون جن کے رگ رگ میں گھر چکا تھا انہوں نے ہر مرحلے میں اپنی نفسیات کے مطابق ردعمل کا اظہار کیا۔ ایک اولوالعزم رسول حضرت نوحؑ نے جب دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا **مانرك اتبعك الا الذين هم اراذلنا**۔ یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ تیرے پیرو تو صرف کمیں لوگ ہیں ہم چوہدری بھلا ان کمیوں میں کیسے بیٹھیں۔

(۲) پھر قرآن نے ان لوگوں کی یہ مستقل روش بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ یہ ہر نبی کو ہمیشہ یہی کہتے رہے **نحن اكثر اموالا واولادا ومانحن بمعذبين** یعنی ہمارے پاس دولت کی فراوانی بھی ہے اور اولاد کی کثرت بھی لہذا ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ گویا وڈیروں کی مستقل نفسیات کا معاملہ ہے۔ اب بھی یہی بات ہے البتہ اب صرف دولت کا مزہ ہے اولاد کی کثرت کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس دور میں سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ خلق کی پلاننگ درست نہیں لہذا فیملی پلاننگ کا محکمہ ہر ملک میں ایک مستقل محکمہ بن گیا ہے وہ دن دور نہیں جب گلیوں میں صدا لگانے والے گا کر یہ صدا لگائیں گے شالا بچے مرن۔ تھوڑے ہووو تے سوکھے رہوو۔ بہر حال کثرت دولت ہر زمانے میں انسانیت کے زوال کا باعث ہی نہیں بنی بلکہ انسانیت کے آنے میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی بنتی رہی۔

(۳) قرآن حکیم نے ایک اور اولاالعزم رسول کے حالات ذرا تفصیل سے بیان فرمائے ان کا نام حضرت موسیٰؑ ہے۔ وہ بھی اس حیوان ناطق گروہ کو انسان بنانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ انہوں نے ملک مصر میں پوری قوم کو اور قوم کے مہا چوہدری کو جس کا نام یا لقب فرعون تھا دعوت دی۔ اس نے چھوٹتے ہی کہا کہ موسیٰ! تو کس کی طرف دعوت دے رہا ہے **انا ربكم الاعلى**۔ تمہارا اعظیم رب تو میں ہوں۔ پھر قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے کہا **اليس لى ملك مصر وهذه الانهار تجرى من تحتى افلا تبصرون**۔ یعنی کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ ملک مصر اور اس کی شادابی اور اس میں نہروں کا جال سب میرا نہیں؟ پھر **انا خير من هذا الذى هو مهين ولا يكاد يبين**۔ یعنی پھر تم ہی بتاؤ کہ عظیم اور برتر میں ہوں یا یہ جو معاشرے میں کمیں ہے اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے پھر اپنی بات اور وزنی بنانے کے لئے کہا۔ "یعنی اس میں عظمت ہوتی تو کیوں اس پر سونے کے کنگن ڈالے جاتے یا فرشتے اس کے ساتھ پرا باندھے ہوئے کیوں نہ آتے۔" یعنی انسانیت سے خالی ہونے کے ساتھ اس نے دوسروں کے لئے بھی انسانیت روکنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی؟

اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اسے غرق دریا کر دیا گیا۔ اس کا نقشہ بھی قرآن حکیم پیش کرتا ہے۔ "یعنی جب غوطے آنے لگے تو دہائی دینے لگا کہ میں اس رب کو مانتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔" مجھے تسلیم ہے کہ معبود صرف وہی ہے۔ مگر مہلت کا وقت ختم ہو چکا تھا اور اس کی زرداری کا نشہ ہرن ہو گیا اور وہ سمندر کی تہہ میں پہنچ گیا۔

(۴) قرآن حکیم نے ایسی قوم کے ایک فرد کا بیان کیا جو کثرت دولت کے نشے میں انسانیت سے بے نیاز واہی تباہی بکتے ہوئے نشان عبرت بن گیا۔ اس کا نام قارون تھا اس کے پاس بے پناہ دولت تھی۔ قوم نے اسے سمجھایا کہ یہ دولت اللہ کی نعمت ہے اس سے تو اپنی آخرت سنوار لے اس نے اکثر کو جواب دیا کہ کیسی نعمت اور کون دینے والا۔ "یعنی یہ تو میں نے اپنی قابلیت سے حاصل کی ہے۔" نتیجہ کیا نکلا۔ "ہم نے اور اس کی جائیداد کو جس پر اسے ناز تھا زمین میں دھنسا دیا۔" یعنی دیکھتے دیکھتے زمین سب کچھ نگل گئی۔

(۵) قرآن حکیم نے قیامت کا تھوڑا سا نقشہ پیش کرتے ہوئے ایک اصول کی نشاندہی فرمائی جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کثرت دولت انسانیت کے زوال کا باعث کیوں بنتی ہے۔ ارشاد ہے۔

کہ جب قیامت کے دن مشرکین اور ان کے معبود اللہ کی عدالت میں پیش کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے معبودوں سے پوچھے گا۔ "یعنی کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے" وہ جواب دیں گے "کہ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ تیرے بغیر کوئی دوسرا دروازہ دکھاتے' تو نے انہیں دولت کی فراوانی دی اور یہ انہیں اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ تجھے بھلا بیٹھے اور تجھ سے رشتہ توڑ لیا اور تباہ ہو گئے۔"

یہاں بات واضح ہو گئی کہ کثرت دولت کا

www.naqshbandiaowaisiah.com



طریقہ واردات کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب دولت گھٹایا باندھ کے آتی تو پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی اسے اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے جیسا کہ قارون نے برملا کہہ دیا تھا۔ ساتھ ہی یہ دولت دینے والا دل و دماغ سے نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ بھول گیا تو اس کے ساتھ عبودیت والے تعلق بلکہ رشتے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔ اور اس تعلق کا نام ہی تو انسانیت ہے۔ لہذا اس کو زوال آنا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس گھر سے انسانیت کا جنازہ اٹھتا ہے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے اپنے گھر پر ہی ایک نگاہ ڈالو۔ نگہ غلط انداز ہی سہی اپنے اس ملک کو نظریاتی سلطنت کہا جاتا ہے یعنی ایک خاص نظریہ کی بنیادی پر وجود میں آئی وہ نظریہ کیا تھا؟ یہی تو تھا جس کا اظہار پوری قوم گلے پھاڑ پھاڑ کر برسوں سے کرتی چلی آ رہی تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ اور لا الہ الا اللہ کا مطلب ترجمان حقیقت کی زبانی سن لیجئے

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

یعنی اس ملک کے وجود میں آتے ہی یہاں خالق کائنات کا قانون لاگو ہو جانا تھا۔ مگر آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود دور دور تک کہیں اس کا امکان نظر نہیں آتا۔ وہ کیوں؟ اس کا جواب تلاش کرنے کے لئے ذرا اپنی چشم تصور کے سامنے اپنے تمام حکمرانوں کو ایک لائن میں کھڑا کیجئے پھر دیکھئے کہ ان میں کوئی ایک بھی سرمایہ دار یا جاگیردار کے علاوہ دکھائی دیتا ہے؟ اور آپ یہ دیکھ آئے ہیں یہ تحفہ صرف حیوان ناطق کا حصہ ہے۔ اس پوری لائن میں ایک انسان بھی نظر آئے تو گلا کیجئے سب سوشل اینی مل یا حیوان ناطق ہی ملیں گے۔ انسان کی پہلی نشانی کہ اپنی ذات پر اور زیر اثر عوام پر اللہ کا قانون نافذ کرے۔ ملک تو دور کی بات ہے ایک دکھایئے جس نے اپنی ذات پر اللہ کا قانون نافذ کیا ہو۔ اگر کوئی ایسا ہوتا تو اسلام کی تاریخی رسوائی سے ہی خلاصی کرا دیتا۔ جانتے ہو وہ رسوائی کون سی ہے انگریز نے 1853 میں جب اس ملک کی حکومت سنبھالی تو اس نے دیکھا کہ ہندو صدیوں سے غلام چلا آ رہا ہے اس

**بندے کا اپنے رب سے عبدیت کا تعلق قائم ہونے کا نام انسانیت ہے**

سے کوئی خطرہ نہیں۔ مسلمان قوم سے ہم نے حکومت چھینی ہے اور اس قوم کا عقیدہ یہ ہے کہ ان الحکم الا اللہ اس لئے اس خطرے سے نمٹنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اسے دین سے اس طرح دور کر دیا کہ یہ دین کو ایک گھٹیا چیز سمجھنے لگیں۔ چنانچہ انگریز نے 1860ء میں یہ قانون بنا کے نافذ کر دیا کہ مسلمانوں کے دینی پیشوا' امام مسجد کو کاغذات مال میں ''کمیں'' درج کرو۔ اور مسلمان ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے ان کی تہذیب سے غیر شعوری طور پر یہ متاثر ہو کر ذات پات کی تمیز سیکھ چکے تھے اور ہندوؤں کو شودر کے مقابلے میں انہوں نے ''کمیں'' کی اصطلاح اپنالی تھی۔ اس قانون کی تہہ میں یہ حقیقت موجود تھی کہ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ انسانیت کی معراج' اللہ سے عبودیت کا تعلق قائم ہونا ہے۔ اس تعلق کو قائم اور پختہ کرنے کے لئے دن رات میں پانچ مرتبہ اس سے ملاقات کرنا اور باتیں کرنا ہے۔ اور جو آدمی اس ملاقات میں قیادت کا فریضہ انجام دے وہ نہایت قابل احترام ہے لہذا مسلمان کہتے تھے کہ یہ رسول کے مصلیٰ پر کھڑا ہے۔ جب اسے کمیں یعنی گھٹیا ترین آدمی تسلیم کیا جانے لگا تو دین کی عزت و احترام کہاں باقی رہے گی۔ اور انگریز کا یہ حربہ نہایت کارگر ثابت ہوا۔ جو لوگ اپنے آپ کو اونچی ذات کے تصور کرتے تھے وہ مسجدوں سے کھسکنے لگے اور جن لوگوں کو معاشرے میں گھٹیا سمجھا جاتا تھا وہ خالی جگہ پر کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اب یہ حالت ہے 31-1-85 کا نوائے وقت اٹھا کر دیکھئے۔ صدر کا بیان ہے 55 ہزار آئمہ مساجد میں سے 8 ہزار درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں 36 ہزار نیم خواندہ ہیں اور 11 ہزار چٹے ان پڑھ۔ یہ ہے 1860ء کی کرشمہ سازی۔

اور 53 برس میں ہمارے کسی حکمران کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اسلام کی اس رسوائی کے قانون کو منسوخ کر دے۔ مگر ان کی مجبوری رہی کہ حیوان ناطق سے اتنا بڑا کام کیونکر ہو سکے۔

ہمارے دن گزشتہ پھر ہمیں یا رب دکھا دینا
سنا ہے تیری قدرت سے گئے دن پھر بھی آتے ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

# من الظلمت الی النور

من الظلمت الی النور کے عنوان سے ساتھیوں کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے بعد کے تاثرات و واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ محمد منیر انجم صاحب سلسلہ کے پرانے ساتھی ہیں۔ آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ضلعی امیر ہیں۔ راہ حق کی تلاش میں آپ کی مناجات اس وقت قبول ہوگئیں' جب جامع مسجد ٹوبہ میں شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان کو خطاب کرتے سنا تو اس کے بعد امیر محمد اکرم اعوان کے دامن سے وابستہ ہو گئے زیر نظر تحریر میں انہوں نے اپنے تاثرات قلم بند کئے ہیں

تحریر۔ محمد منیر انجم (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

زندگی کا سفر دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔ انسان اپنی فطرت کے مطابق اپنی زندگی کے لئے بہتر ضابطے حاصل کرتا ہے۔ والدین کی تربیت نے ہر دور میں ہمیں مذہبی میلان نصیب فرمایا۔ والد محترم غازی' عشق رسول سے مزین' قرب الٰہی کے راہی تھے۔ ان کی بہتر تربیت ہی ہمیں عظیم لوگوں کی محافل میں لیکر آئی ہے۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ وہ والد محترم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

**1971**ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا اور پھر لاہور پرائیویٹ ملازمت اختیار کی۔ غالباً **1974**ء کی بات ہے کہ والد محترم کے پیر و مرشد اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کے بڑے صاحبزادے ہمارے پاس تشریف لاتے مگر ہماری روحانی پیاس' روح کا قرار ویسے کا ویسے ہی رہتا۔ ہر چند بندہ نے حصول فیض کے بہت جتن کئے۔ مگر فیض یاب نہ ہوئے۔ پھر راہ حق اور طریقت کے رستوں کی تلاش میں نکلا۔ اپنی روح کی بالیدگی کے لئے مساجد کا رخ کیا کہ کسی عالم دین سے کوئی بہتر راہ لوں مگر جب ان کے قریب ہوا تو وہ فرقہ پرستی اور دوسری مساجد کے امام یا مقتدیوں کو برا بھلا کہتے نظر آئے۔ بہت ہی افسوس ہوا۔ ان تمام باتوں کے بعد صرف ایک راہ باقی نظر آئی جو حقیقت بھی تھی اور گھر میں اسلامک لائبریری ''راہ حق کی تلاش میں'' قائم کی۔ کسی سے مسئلہ پوچھنے کی بجائے اپنا تمام معاملہ اللہ رب العزت کے حضور پیش کروں گا۔ چنانچہ رات کے آخری پہر اٹھ اٹھ کر نمازوں کے بعد خلوص نیت سے رب العالمین سے دعا کرتا کہ مجھے صحیح راستہ کی نشاندہی فرما۔ دوسری یہ کہ کسی مرد حق کی بیعت کروں جس پر تیری اور تیرے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کی رضا ہو۔ ان دنوں ہر سال اللہ نے اعتکاف کرنے کی توفیق بھی بخشی فیروزی مسجد ٹوبہ میں اعتکاف پر تھا۔ وہاں پر عمر حیات اور حفیظ الرحمٰن صاحب ذکر خفی کرتے تو میں بھی ہمراہ ہو جاتا۔ دوران اعتکاف بندہ نے مسجد ہی میں شیو کی۔ تو ان دونوں صاحبان نے آپس میں کوئی بات کی۔ بندہ نے محسوس کیا تو پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اعتکاف کے بعد شیو کر لیتے تو بہتر ہوتا۔ مجھے از حد افسوس رنج ہوا۔ تب اللہ کے حضور گریہ زاری کی کہ نبی رحمتؐ کے سامنے شرمندگی کے احساس سے ہر آن ہر لمحہ مغفرت اور اس گناہ کی معافی کی دعا مانگی۔ اور پھر داڑھی رکھ لی۔

شیخ کامل کی تلاش کے لئے دعا کرتا تھا۔ باری تعالیٰ تلاش کرنا میرا فرض ہے۔ مگر میری بیعت وہاں پر ہو جہاں تیری رضا ہو' جو تیری نظر میں محبوب ہو۔ ورنہ تو پھر۔۔۔

یقین کامل کے ساتھ تلاش کا سفر جاری تھا۔ کیفیات قلبیہ مجھے منزل مقصود کی طرف لیکر چلتی رہیں۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا گیا۔ میری جستجو' میری تشنگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ تب **14** دسمبر **1986** کی سرد راتوں میں ایک شب جب میں بیماری میں گرفتار نماز ادا کرنے مسجد میں گیا تو اشتہار پڑھا۔ ''روحانی اجتماع خطاب پیر طریقت حضرت مولانا محمد اکرم اعوان۔'' طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے پروگرام ڈانواں ڈول ہوتا رہا۔ اور آخر دل ہے کہ سوچا ضرور اس بیماری کے عالم میں ان کی صحبت سے فیض یاب ہوں گا۔ تب جامع مسجد میں گیا حضرت جی تقریر فرما رہے تھے۔ چند کلمات ہی کانوں میں پڑے تو میرے اندر کی دنیا میں زلزلہ بپا ہو گیا اور اطمینان قلب کی دولت نے اعلان کر دیا۔ کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com



تیری منزل' تیرا حاصل یہی ہے۔ کیونکہ میں نے 15 سال راہ حق کی تلاش میں مختلف صوفیا کی تقاریر سنی تھیں حضرت جی کے خطاب میں محبت' اخوت' پیار کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ محفل پر انوارات الٰہیہ کی بارش ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ آپ کی تعلیم نبی رحمتؐ کے پیغامات اور صحابہ اکرام کے آثار و اعمال کے باہر جا ہی نہیں رہی تھی۔ تقریر کے اقتباس میں دو واقعات سنانے کی جسارت کروں گا۔

آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی۔ کہ بنی اسرائیل کی قوم میں ایک آدمی نے ۹۹ قتل کئے تھے مگر ایک دن اس کے دل میں اپنی غلطی کا احساس پیدا ہوا۔ وہ شخص رحمت خداوندی کا متلاشی توبہ استغفار کی غرض سے ایک عالم دین کے پاس پہنچا۔ اپنا ماجرا سنایا۔ مگر عالم ظاہر بیں نے کہا کہ تو بہت بڑا ظالم ہے۔ تیری نجات کہیں نہیں ہو سکتی۔ اسے یہ سن کر انتہائی صدمہ ہوا۔ دل میں سوچا۔ جہاں ننانوے وہاں سو' تو اس عالم کو بھی قتل کر ڈالا۔ مگر دل میں وہی تڑپ مجھے کوئی راہ مل جائے۔ پوچھتا پچھاتا ایک عارف باللہ کے پاس پہنچا اور اپنا درد دل بیان کیا۔ تو اس اللہ والے نے کہا! کہ بخشنے والی تو وہ ذات کبیریا ہے سچے دل سے توبہ کرو۔ اور ایسی توبہ کرو کہ آئندہ برائی تمہارے قریب پھٹکنے نہ پائے۔ اس کو وضو کروایا۔ دو نفل ادا کروائے دعائے خیر کرنے کے بعد نصیحت کی کہ واپس اپنے معاشرہ میں نہ جاؤ۔ ورنہ تم دوبارہ اس گناہ میں پھنس سکتے ہو۔ آگے نیک لوگوں کی بستی ہے۔ اس طرف چلے جاؤ۔ وہ شخص سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے وہاں چل دیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ آخری وقت آن پہنچا۔ روح قبض کرنے کے لئے جنت اور جہنم دونوں مقامات سے فرشتے آ گئے جنت والے فرشتے کہتے کہ ہم نے روح قبض کرنی ہے۔ جہنم والے کہتے کہ ہم نے روح قبض کرنی ہے۔ آخر اللہ پاک سے حکم لیا تو اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ زمین کی پیمائش کرو۔ اگر نیک لوگوں کے قریب ہے تو جنت والے اور اگر برے لوگوں کے قریب ہے تو جہنم والے روح قبض کریں۔ حدیث میں ہے کہ وہ بندہ نیک لوگوں سے دور تھا۔ اللہ پاک نے زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جا۔ تب جنتی فرشتوں نے روح قبض کی۔

دوسری بات حضرت جی نے فرمائی۔ کہ آج ہم کیسے مسلمان ہیں کہ کفار کے اترن پر نظریں لگائے بیٹھے ہیں۔ مسلمان تو کسی کا کیا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے کردار سے حالات اور زمانے کے تھپیڑوں کو بدلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اکثر و بیشتر روزہ رکھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ روزے کی حالت میں سفر سے واپس گھر جا رہی تھیں۔ غروب آفتاب کا وقت ہو رہا تھا۔ راستے میں شریر لوگوں کی بستی تھی۔ تو آپ نے بستی کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اس لئے کہ اگر میں نے اس بستی میں روزہ افطار کیا تو یہ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔ دوسرے راستہ پر سفر کے دوران افطاری کا وقت۔۔۔ تو سر کے قریب سرسراہٹ کی آواز سنائی دی اوپر نگاہ کی تو ایک مشروب کا پیالہ قریب آ کر رک گیا۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سیر ہو کر پیا۔ تو پیالہ غائب ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ مسلمان تو ایسے ہوتے ہیں جن پر ملائکہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہے میرا بندہ دیکھو۔ تم کہتے تھے فساد کرے گا۔ مومن کی' مسلمان کی شان دیکھ کر تو ملائکہ پر بھی حیرت کے آثار نازل ہو جاتے ہیں۔ حضرت جی کا خطاب جب مکمل ہوا تو دل و دماغ میں یقین پیدا ہو گیا کہ منزل یہی ہے۔

دل چاہا کہ دونوں جہاں اس مجلس پر لٹا دوں۔ اور اس مرد قلندر' درویش کی بیعت کی سعادت حاصل کر لوں۔ مگر کوئی واقف کار نہ ملا۔ ڈھونڈنے پر بھی نہ ملا تو دل بے چین کے ساتھ اس ارادہ سے گھر آ گیا کہ صبح تہجد پر ضرور بیعت کروں گا۔ رات ساری بے قرار گزری کہ کب وہ لمحہ آئے گا جب میں نیک لوگوں کی صحبت میں ہمراہی حاصل کروں گا' تہجد کے بعد درس قرآن سنا اور اس کے بعد جب بیعت ہو رہا تھا تو چہرے پر آنسوؤں کی لڑیاں سج گئیں۔ دل فرط محبت سے موجزن اور روحانیت کے سمندر میں غوطہ زن۔ بار الٰہا تو کتنا عظیم ہے۔ واقعی یہ تیرے پراسرار بندے ہیں جن سے تو اور تیرا حبیب راضی ہے ورنہ

''کہاں میں کہاں یہ عطا اللہ اللہ''

بیعت کے بعد حضرت جی تشریف لے گئے۔ بہت افسردگی طاری ہوئی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

# انقلاب

ڈاکٹر بھی اپریشن سے پہلے مریض کو اپریشن کروانے کے لئے تیار کرتا ہے۔ اسے اس کی بہتری سے متعلق سمجھاتا ہے اس کی اجازت لیتا ہے پھر اپریشن کرتا ہے۔ آپ جن ۱۴ کروڑ عوام کی بہتری و بھلائی کرنا چاہتے ہیں پہلے انہیں سمجھائیں انہیں انقلاب کے لئے تیار کریں۔ اگر ان میں سے ایک فیصد لوگ یعنی چودہ لاکھ آدمی جمع کر لیں تو میں دیکھتا ہوں کہ انہیں کون روکتا ہے اور تبدیلی کیونکر نہیں آتی

**خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان**

**دارالعرفان۔ 8-8-2000**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جل شانہ نے انسان کو اپنی تخلیق میں بہت بڑی عظمت سے نوازا ہے حتیٰ کہ فرمایا **وخلق لکم ما فی الارض جمیعاً**۔ زمین پر ساری مخلوق ہر ایک چیز ہر جانور گھاس سبزہ دریا سمندر سب تمہاری خاطر پیدا فرمائے ہیں۔ یعنی انسان مخدوم ہے اس کائنات میں باقی مخلوق کا۔ اس نے انسانوں کو حقوق دیئے ہیں جنہیں شریعت مطہرہ حقوق العباد کہتی ہے اور اس طرح حقوق اللہ کے بارے میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پوری طرح باخبر کر دیا کہ اللہ کا حق ہے مخلوق پر کہ وحدہ لاشریک مانے' اسے قادر مطلق مانے حیٔ وقیوم مانے اس کی ذات کو اس کی صفات کو مانے۔ ایمان کے بعد حق ہے اللہ کا مخلوق پر کہ مخلوق اس کی عبادت کرے اس کا قرب تلاش کرے اس کو پہچانے' یہ سارے حقوق اللہ ہیں۔

حقوق العباد بندوں کے حق ہیں جو اس نے بندوں کو دیئے ہیں تو اہمیت تو حقوق اللہ کی ہونی چاہئے' عظمت الٰہی کے مطابق اللہ کے حقوق زیادہ اہم ہیں لیکن وہاں ایک رعایت فرما دی۔ فرمایا! میرے حقوق' میرا اور میرے بندے کا معاملہ ہے' وہ ساری عمر کی نافرمانی کے بعد ایک پل کی توبہ پر معاف کر دوں تو میں قادر ہوں۔ تو وہ کسی بھی لمحے معاف کر دے' برزخ میں پہنچ کر معافی دے دے' میدان حشر میں معافی دے دے' ایک حق پر اس نے پابندی لگا دی ہے کہ جو مجھ پر زندگی میں ایمان نہ لایا مرنے کے بعد اسے ایمان کی توفیق نہیں ہوگی' اس میں کوئی معافی نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ جتنے گناہ ہوں کسی میں ایمان ہو اور زمین اور آسمان کو گناہوں سے بھر دیا ہو ایک آن میں معاف کر دے تو اس کی شان رحمت کا کوئی عشر عشیر بھی نہیں بنتا اس کی رحمت ناپیدا کنار ہے۔

**ان رحمتی وسعت کل شی۔**

کائنات میں ہر چیز سے وسیع تر اللہ کی رحمت ہے۔ جب حقوق العباد کی بات آئی جن کی اہمیت بندے کی حیثیت کے مطابق ہے تو فرمایا میں معاف نہیں کروں گا' جس کا حق ہے اس سے معاف کراؤ۔ حقوق العباد کو اتنی اہمیت عطا فرمائی۔ کسی کے دس روپے اگر میں نے ناجائز طور پر لے کر کھا لئے تو اب اسے دس روپے لوٹانا اور اس سے معافی مانگنا میری ذمہ داری ہے اور دس لیکر بھی اگر وہ معاف نہ کرے تو جرم باقی رہ جائے گا۔ کمی ہو جائے گی کہ جو لئے تھے وہ لوٹا دیئے لیکن ناجائز طور پر کیوں لئے تھے وہ کیوں تب تک باقی رہے گی جب تک وہ معاف نہ کر دے۔ ایک سوال ضمنی جو یہاں پیدا ہوتا ہے میں عرض کرتا چلوں بعد میں پھر وہ پریشان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کو اللہ نے معاف کر دینے کا وعدہ فرمایا جیسے کوئی شہید ہو گیا یا کسی کو اپنی رحمت سے معاف کر دیتا ہے اور اس کے ذمے بہت سے بندوں کے حقوق بھی ہیں۔ تو حقوق کیسے ادا ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک وہ بندہ معاف نہیں کرے گا تب تک اللہ اس کو ان حقوق کے بدلے اپنی نعمتیں دیتا چلا جائے گا حتیٰ کہ وہ کہہ دے گا کہ یا اللہ میں معاف کرتا ہوں لیکن جس سے معاف کرانا چاہے گا کرائے گا اسی بندے سے جس کے حقوق ہیں یعنی حقوق العباد کی اتنی اہمیت ہے۔

بنیادی حق دو ہیں جو انسان کے ہیں ان کے بعد مومن اور کافر کے حقوق الگ الگ ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com



دو بنیادی حق ہیں جن میں ایمان شرط نہیں ہے ہر ذی روح ہر متنفس ہر انسان کے ہیں اور وہ ہیں زندہ رہنے کا حق ہر بندے کو زندہ رہنے کا حق ہے یا اسے سزائے موت دینے کا فیصلہ وہ کرے جس نے زندگی دی ہے اگر ناجائز کسی کی جان لی گئی تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وہ پرسش ایک نفس کی نہیں ہوتی مارا تو اس نے جزو کو تھا لیکن جواب طلبی کل کی ہوگی۔

**کانما قتل الناس جمعیاً.** انسانیت کے قتل کی جواب طلبی ہوگی مارا تو اس نے ایک انسان کو تھا لیکن یہ جرم اتنا ہے کہ گویا اس نے **کانما قتل الناس جمیعاً.** گویا اس نے تمام انسانی نسل کو قتل کیا۔ ہاں اللہ کا حکم ہو جو واجب القتل جسے شریعت قرار دے جس کے قتال کا حکم شریعت دے دے جسے مارنے کا حکم شریعت دے تو وہ مالک ہے اس نے زندگی دی ہے لے بھی سکتا ہے۔ دوسرا حق ہے عقیدہ رکھنے کا۔ کوئی اللہ کو مانتا ہے یا نہیں مانتا اس کا اسے حق حاصل ہے۔ کوئی نبی ﷺ کی عظمت قبول کرتا ہے نہیں کرتا یہ اس کا حق ہے۔ حساب اللہ کو دینا ہے سزا اسے اللہ دے گا ماننے کے بعد کوئی مرتد ہوتا ہے اسلام کے نام پر کفر ایجاد کرتا ہے تو شرعاً واجب القتل ہے لیکن میرے اور آپ کے لئے نہیں ہے۔ یہ اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کیونکہ قانون نافذ کرنے کا اختیار ہر بندے کو نہیں ہے۔ ایک آدمی سر راہ قتل کر دیتا ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں میری حیثیت جج کی نہیں ہے میں اس کے خلاف عدالت میں گواہی دے سکتا ہوں کہ یہ واقعی قاتل ہے میں نے اسے قتل کرتے دیکھا ہے لیکن اگر میں اسے گولی مار دوں کہ یہ واجب القتل ہے اس نے قتل کر دیا تو ایک قتل اور ہو جائے گا میں خود بھی قاتل ہو جاؤں گا۔ لیکن قاضی یا منصف جب اسے از روئے انصاف حکم شرعی کے مطابق سزائے موت دے گا تو قاضی یا جج قاتل نہیں کہلائے گا۔ وہ ادارے جو قانون نافذ کرتے ہیں قانون نافذ کرنے کا اختیار انہی کو ہوتا ہے ایک آدمی ہم سمجھتے ہیں کہ اسے چھ مہینے قید ہونی چاہئے۔ اسے پکڑ کر ہم اپنے گھر میں بند کر دیں یہ حبس بے جا ہوگی ہمارے خلاف پرچہ ہو جائے گا ہم قانون نافذ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

تو یہ دو حق ایمان لانے کا یا نہ لانے کا اور زندہ رہنے کا یہ بنیادی حق ہیں جو سب کو حاصل ہیں۔ اب اس کے بعد دوسرے حقوق جہاں بھی آپ دیکھیں کہ تلف ہو رہے ہیں وہاں ان کا تحفظ اسلام کی اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اس کو جہاد کہتے ہیں کہ نوع انسانی کو ان کے حقوق دلائے جائیں۔ وہ تبلیغ سے ملتے ہیں تبلیغ سے دلاؤ' پیسہ خرچ کرنے سے ملتے ہیں پیسہ خرچ کر کے دلاؤ اور اگر وہ بنوک شمشیر ملتے ہیں اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو میدان کارزار میں کود پڑو اپنی جان قربان کر دو لیکن نوع انسانی کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلوا دو وہ مومن ہے یا کافر یہ الگ بات ہے۔ پھر اگر اللہ ایمان عطا کر دے تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اگر مسلمان کے حقوق غصب ہو رہے ہوں' اگر مسلمانوں کی زندگی کے حقوق' معاش کے حقوق' علاج معالج کے حقوق' تعلیم و تعلم کے حقوق غصب ہو رہے ہوں تو ان کی بحالی کے لئے یا انہیں شرعی نصاب کے اندر لانے کے لئے جو کوشش بھی ہوگی وہ جہاد ہوگی۔ جہاد کے ساتھ ایک بات یاد رکھئے۔ جہاد محض قتل و غارت اور قتال کا نام نہیں ہے۔ جہاد فرض ہوا محمد رسول اللہ ﷺ پر اور جہاد کی تعبیر ہم عہد نبوی ﷺ سے لیکر خلافت راشدہ تک کا جو عرصہ ہے اور بعد میں سلف صالحین نے جو اس کی شرح فرمائی ہمارے پاس وہ بھی سند ہے۔ نبی ﷺ نے جہاد کا آغاز کہاں سے فرمایا؟ مکہ مکرمہ میں مجاہدہ تھا جہاد نہیں تھا جہاد کی اجازت نہیں تھی برداشت کا امتحان تھا جو مشکل ترین کام ہے۔ تیرہ برسوں پہ محیط ہجرت بھی مجاہدے کا ایک بڑا حصہ ہے۔ ہجرت کے بعد جو پہلا کام حضور ﷺ نے کیا وہ یہ تھا کہ مہاجر و انصار میں اخوت قائم فرمائی کہ تم سب بھائی ہو اور وہ اخوت اتنی مضبوط تھی کہ انصار کے پاس جو باغات زمینداری جائیداد یا کاروبار تھا جس مہاجر کو انہوں نے بھائی بنایا اگر تین بھائی تھے دو بھائی تھے مہاجر بنا لئے تو انہوں نے اپنی ساری جائیداد پانچ بھائیوں میں برابر تقسیم کر دی۔ زمینداری بھی دکانداری بھی۔ اور یہ بھی سیرت میں ملتا ہے کہ کسی کے پاس ایک سے زائد بیویاں تھیں اور اس کا بھائی غیر شادی شدہ تھا تو اس نے ایک بیوی کو طلاق دے کر بھائی سے شادی کر دی۔ یہ واقعات بھی اس عہد کی سیرت میں موجود ہیں یعنی جہاد کی ابتدا ہے کہ ان لوگوں

www.naqshbandiaowaisiah.com



کی معاش اور رہائش عزت و آبرو اور آبادی کا اہتمام کیا جائے یہ ابتدا فرمائی محمد رسول اللہ ﷺ نے اور بدر کا واقعہ اس کا ردعمل تھا۔

آج تو پرائمری پاس بھی دانشور کہلاتے ہیں بڑے مزے سے اعتراض کیا جاتا ہے پچھلے دنوں ایک علامہ کہلوانے والے نے اس قدر بکواس کئے اس قدر شاید کافر بھی نہیں کرتے۔ اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مکے والے تو اپنا قافلہ لے کر جا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور جا کر مدینہ منورہ سے ان کا قافلہ لوٹنا چاہا یہ ایک ایسی جہالت ہے کہ بندہ اس تاریخ سے بھی نابلد ہے جو اس قافلے کی اور اس غزوہ بدر کی تاریخ ہے جب نبی ﷺ نے یہ اہتمام فرمایا مدینہ منورہ میں تو ابن ابی مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ گیا اور اس نے کہا کہ مکے کے قریشو! تم تو اس بات پہ خوش ہو کہ ہم نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے نبی کو شہر سے نکال دیا وہ پردیس میں جا کر بھوک سے اور فاقوں سے مر جائیں گے اور یہ تحریک دم توڑ جائے گی لیکن اس نے تو مدینے والوں کا اور مہاجروں کا بھائی چارہ قائم کر دیا اخوت قائم کر دی انہیں بھائی بھائی بنا دیا قرآن کا یہی فلسفہ ہے یہی لفظ ہے کہ تم سب بھائی ہو۔ **فاصلحوا بین اخویکم**۔ ہمیں الاخوان عطا ہوا ہے ہم نے خود نہیں بنایا ہمیں عطا ہوا ہے الاخوان اسی سے کہ یہ سارے بھائی بھائی ہوں اور اس کا جب تک عملی اور خلوص کا مظاہرہ نہیں ہوگا اس پر ثمرات مرتب نہیں ہوں گے۔ ہر ایک کا احترام ہر ایک سے محبت ہر ایک کے بھلے کی فکر ہر ایک کی ستر پوشی اس کا حصہ ہے۔ تو ابن ابی نے جا کر کہا کہ انہوں نے وہاں ایک تو بھائی چارہ قائم کر دیا ایک بہت وسیع بھائی چارہ بن گیا برادر ہڈ بن گئی سارا شہر آپس میں رشتہ دار ہو گیا دوسرا یہ ہے کہ سب کو کام پہ لگا دیا جو باغ سوکھ گئے تھے جو کنویں ختم ہو گئے تھے جو زمینیں اجڑ گئی تھیں وہ بھی آباد ہو رہی ہیں اور وہ ایک نئی طاقت بن رہے ہیں تمہارا خیال ہے وہ ختم ہو جائیں گے وہ تو کل تمہیں چیلنج کریں گے تم سے مکہ چھینیں گے تو پیشتر اس کے کہ وہ وہاں آباد ہو جائیں

**کائنات میں ہر چیز سے وسیع اللہ کی رحمت ہے**

Settle ہو جائیں طاقت بن جائیں انہیں کچل دیں۔ اس پر اہل مکہ نے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے چندہ جمع کیا جائے اور مدینہ منورہ کی تباہی کا سامان کیا جائے تو بڑی بے دردی سے چندہ جمع کیا گیا اور بڑی جانثاری سے بھی لوگوں نے دیا حتیٰ کہ یتیم بچی کی بالیاں بھی لی گئیں اس میں بوڑھی عورتوں کے کانوں سے چاندی کی بالیاں اتاری گئیں لیکن وہ سارا سرمایہ جمع کرنے کے بعد روساء مکہ مطمئن نہیں تھے کہ اس سے جنگ کے اخراجات پورے ہوں گے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ اس سرمائے کا ایک تجارتی قافلہ ترتیب دیا جائے اور وہ قافلہ جب منافع کے ساتھ لوٹے تو ساری قیمت سے جنگ کی تیاری کی جائے۔

جو قافلہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک جو مسلمان نہیں تھے ان کی زیر سرکردگی تجارت کے لئے شام کو گیا وہ قافلہ مکہ مکرمہ کو پلٹ رہا تھا جس سے مسلمان جاسوسوں نے نبی کریم ﷺ کو مطلع فرمایا اور آپ ﷺ اس قافلے کا راستہ روکنے کے لئے نکلے جس کے پاس مسلمانوں کی تباہی کا سامان تھا یعنی اس کی اس جنگی حکمت عملی کا توڑ کرنے کے لئے کہ جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچے گا تو پوری طرح تیار ہو کر وہ لڑنے کے لئے آ جائیں گے اس سے پہلے اس قافلے کا راستہ روکا جائے اور ان سے نپٹ لیا جائے اس کی اطلاع مکہ مکرمہ بھی ہو گئی اور قرآن حکیم جب اس قصے کو دہراتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں یہ تو میرا انتظام تھا کہ تمہارا خیال تھا' مسلمانوں کا خیال یہ تھا کہ ہم قافلے کا راستہ روکیں لیکن میں ایسا قادر ہوں کہ میں نے مکے کے جگر گوشے مکے سے نکل کر تمہارے سامنے ڈال دیئے دولت قافلے میں رہ گئی اور مکے والوں کو اس کے بغیر لڑنا پڑ گیا۔ یہ تو پھر اس کی قدرت کاملہ تھی نا۔ اب قافلے کو تو اللہ نے ایک طرف کر دیا مکے والے جو تحفظ کے لئے آئے تھے انہیں یہ اطلاع بھی ہو گئی کہ تمہاری آمد کی وجہ سے تم نے لشکر اسلامی کو راستے میں روک دیا اور قافلہ بچ کر نکل گیا اب واپس چلنا بھی چاہئے بہت سے لوگوں نے کہا واپس چلنا

www.naqshbandiaowaisiah.com



چاہئے ابوجہل نے اور اس طرح کے ضدی لوگوں نے کہا اب آ گئے ہیں اب فیصلہ کر کے ہی جائیں گے۔ تو جب انہوں نے صف آرائیاں کیں اور حضور ﷺ نے مسلمانوں سے کہا کہ اللہ تمہاری مدد کرے مکے نے تو اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ان کے بعد مکے کے پاس بچتا کچھ نہیں۔ چنانچہ جو غزوہ ہوا اس پہ اصرار پھر مکے والوں کا ہی تھا تو یہ تو ایک جنگی حکمت عملی تھی اگر آپ پر پاکستان پر حملہ کرنے کی ایک کوشش ہو رہی ہے تو کیا اس کوشش کو روکنا جارحیت بن جائے گی۔ یہ تو حکومت اور حکمران کی باخبری کی دلیل ہے کہ کہاں سے منصوبہ بندی کہاں تک ہو رہی ہے اور اسے راستے میں روکنا تو کمال حکمرانی ہے۔

لیکن اس حالت میں بھی معاش کی فکر مقدم رکھی اور جب بدر میں اہل مکہ کو شکست ہوگئی ستر قیدی ہوگئے تو سب نے کہا جی انہیں قتل کیا جائے ان کا قتل ہی اسلام کے حق میں ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے جو تجویز دی وہ یہ تھی کہ میرا ماموں قیدیوں میں ہے میرا ماموں مجھے دیا جائے اس کی گردن میں اڑا دوں۔ دوسرے مہاجرین کے سب کے رشتہ دار ہیں جو جس کا رشتہ دار ہے اسے اس کے قتل پہ مامور کیا جائے۔

لیکن نبی رحمت ﷺ نے مسلمانوں کی معاشی حالت کو مقدم رکھتے ہوئے انہیں فدیہ لے کر آزاد فرمایا دریں حال بھی مسلمان ریاست کی معیشت کا استحکام ضروری تھا انسان کی زندگی ضروری ہے زندہ نہیں رہے گا تو وہ نیکی کیا کرے گا عبادت کیا کرے گا کام کون سا کرے گا۔ انسانی زندگی اور اس میں بے فکری اس میں تحفظ اس میں معاش سے بے فکری اس میں مزدوری کا اجر ملنے کا یقین اس میں لوٹ مار سے اور چوری چکاری اور رشوت سے تحفظ یہ بنیاد ہے اسلام کی۔ جیسے غزوہ بدر کے قیدیوں کو بھی اگر قتل کئے جاتے تو اسلام اور مسلمانوں کے بڑے بڑے دشمن تھے لیکن مسلمانوں کی معیشت کمزور تھی ان کی معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے فدیہ لیا جائے انہیں چھوڑ دیا جائے۔ میدان میں آئیں گے پھر نپٹ لیں گے لیکن ان کے فدیے سے ہمارا معاشی مسئلہ حل ہوگا کچھ ایسے تھے جن کے پاس فدیہ دینے کو کچھ نہیں فرمایا انہیں جو لکھنا پڑھنا آتا ہے وہ مدینے کے مسلمان بچوں کو سکھا دیں یہ فدیہ ہے۔ مکے کے کافروں نے قرآن حدیث تو نہیں پڑھانا تھا یہی دنیوی علوم تو اس کا مطلب ہے کہ دنیوی فنون میں مہارت بھی انسان کے بنیادی حقوق میں سے ہے اور اس عالم میں جب ساری ریاست تین ہزار گھروں پر مشتمل ہے مدینہ منورہ ایک شہر پہ مشتمل ہے ساری دنیا مخالف ہے روئے زمین پہ نہ کوئی دوسرا مسلمان ہے نہ اسلام کا اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اس عالم میں بھی بنیادی ضروریات اور حقوق العباد کے تحفظ کا یہ عالم ہے کہ مسلمانوں اور مسلمان ریاست کی معاش کی فکر بھی ہے مسلمانوں کو دنیا میں رہنے کا شعور دینے کے لئے دنیوی فنون جاننے کی فکر بھی ہے۔

**اپنی جان قربان کردو لیکن نوع انسانی کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلا دو۔ وہ مومن ہے یا کافر**

یہ جو ہمارے علماء میں رائج ہوگیا کہ دنیوی علوم سیکھنے درست نہیں ہیں یہ بہت بڑی غلطی ہے جس نے ہمارے دین دار طبقے کو ایک بہت بڑے شعبے سے بیگانہ کر دیا ہے دنیا سیکھنا اتنا ضروری ہے کہ آدم علیہ السلام کے دین میں دنیوی کام کرنا ہی عبادت تھا۔ ہل چلانا عبادت تھا اور ہل چلانے کا طریقہ فرشتوں نے آ کر تعلیم کیا۔ یہ واقعہ تو قرآن حکیم میں بھی موجود ہے کہ بندہ دفن کرنے کا طریقہ فرشتوں نے آ کر دو کوؤں کو لڑا کر ایک کوے نے کوا دفن کیا تو اس نے سکھایا کہ بندے کو دفن بھی کرنا چاہئے۔

**علم آدم الاسماء کلھا** ۔اس کلھا میں دنیا کی ہر چیز موجود ہے اور دنیا کی اشیاء کے اسماء کا علم ہی علم ہے ہر علم علم کا ہر لفظ کسی فعل کسی حرکت کسی خبر یا کسی شے کا اسم ہوتا ہے علم کا ہر لفظ کسی خبر کا اسم ہے کسی فعل کا اسم ہے کسی حرکت کا اسم ہے کوئی نہ کوئی اسم اس میں موجود ہے۔

**وعلم آدم الاسماء کلھا**۔ دنیا میں

www.naqshbandiaowaisiah.com



رہنے کے سارے سلیقے طریقے علوم دال روٹی کھانا پینا لباس کپڑا بنانا لوہا بنانا یہ سارا کہاں سے آیا۔ **وعلم آدم الاسماء کلھا**۔ اس طرح اپنے نبی کو تعلیم فرمایا لوہے سے کس طرح زرہ بنائی جاتی ہے کس طرح ڈھالیں بنیں گی کس طرح لوہے کا انسانی تحفظ کا استعمال تو اگر یہ علوم بے کار تھے تو آسمانوں سے فرشتے بھیج بھیج کر نبیوں کو کیوں تعلیم فرمائے ہاں یہ اس وقت بے کار ہو جاتے ہیں جب اللہ اور رسولؐ کو اور آخرت کو بھول کر صرف انہی علوم پہ تکیہ رکھا جائے۔ دنیا میں رہنے کے لئے ان کی ضرورت ہے اور اللہ سے رشتہ بنانے کے لئے دینی علوم کی ضرورت ہے۔ سو انسان دونوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ تو انسانی حقوق میں مقدم ہیں انسان کے معاشی حقوق۔ اس میں کافر کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ اس کے روزی کے وسائل بحال ہوں اسے روزی ملے' اس کا علاج معالجہ ہو' اس کے بچوں کو دنیوی تعلیم دی جائے انہیں شعور ہو گا تو شاید توبہ بھی کر لیں مومن کا حق بدرجہ اتم ہے۔

غزوہ بدر میں تو زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اسلامی ریاست کی آخری سانسیں تھیں دنیا کہتی تھی کہ یہ کل کی صبح نہیں دیکھیں گے منافقین نے احد کے معاملے میں بھی کہا کہ **غرھو دینھم**۔ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے بڑا پھنڈا ارکھا ہے' بڑا غرور میں ڈال رکھا ہے' احد کے بعد یہ نظر نہیں آئیں گے۔ حالات ایسے تھے کہ لوگ اندازہ لگاتے تھے کہ اس دن کی شام دیکھنا انہیں نصیب نہیں ہوگا۔ اس عالم میں بھی نبی رحمت عالم ﷺ نے تعلیم و تعلم کی فکر فرمائی' دنیوی علوم و فنون کی تلقین فرمائی اور زندگی کے اسباب و وسائل کا اہتمام فرمایا۔

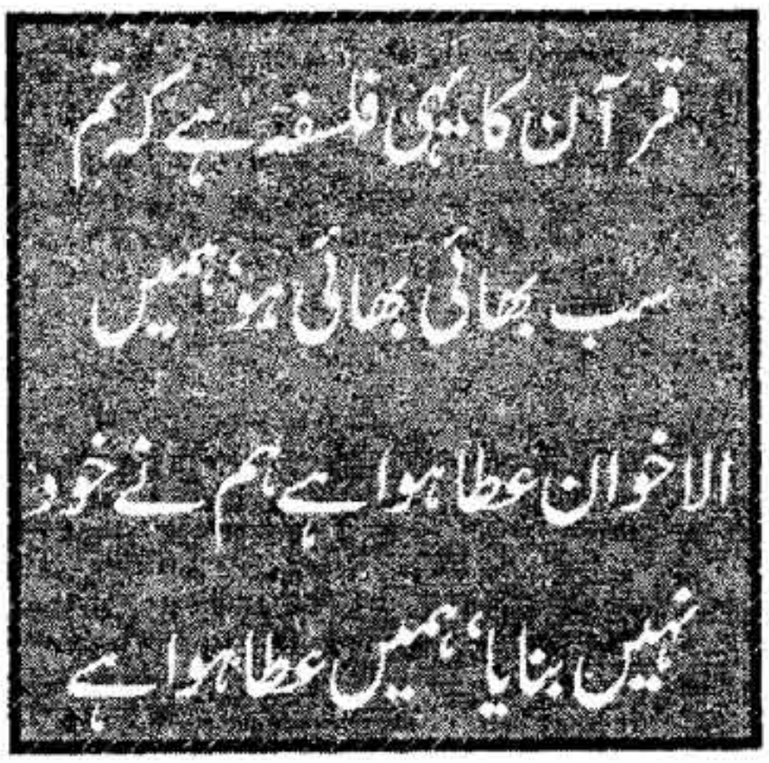

آج حکمرانوں کا وطیرا یہ ہے کہ ریاست مسلمانوں کی' حکمران مسلمان' لیکن قانون کافروں کے۔ ریاست مسلمانوں کی' رعیت مسلمان' حکمران مسلمان' معیشت کافروں کی' سیاست کافروں کی' عدلیہ تک کے قوانین کافروں کے بنائے ہوئے اور اسلام کھڑا منہ دیکھ رہا ہے۔ کیا غیر اسلامی معاشی نظام میں بندے کو اس کا حق مل سکتا ہے؟ غیر اسلامی عدلیہ

> قرآن کا یہی فلسفہ ہے کہ تم سب بھائی بھائی ہو' ہمیں الاخوان عطا ہوا ہے ہم نے خود نہیں بنایا' ہمیں عطا ہوا ہے

میں عدل کا تصور پایا جا سکتا ہے؟ غیر اسلامی سیاسی نظام حکومت میں دین دار شریف اور اچھے لوگ آ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں' مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہے کہ میرے کہنے سے حکمران نظام بدل دیں گے۔ نظام حکمران نہیں بدلیں گے اس لئے کہ حکمرانوں کا اپنا موج میلہ اس کافرانہ نظام میں ہے اور جو اسے بدلنے کے لئے آتا ہے جب اسکے اندر آتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہاں تو بڑی موج ہے پھر وہیں بیٹھ جاتا ہے۔ یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا۔ پاکستان میں کتنی دفعہ انقلاب کے نام پر اسلام کے نام پر تبدیلیاں آئیں اور ہر آنے والا بڑے جوش خروش سے بڑے جذبے سے آیا' یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے' جب وہاں پہنچا تو اس نے کہا یہاں تو موج ہے کھایا پیا ہوا لگی ٹھنڈی سو گئے' چل۔ اور اکثر وہ ہیں جنہیں ملک الموت نے کرسی سے اتارا۔ کوئی پاگل ہو کر کرسی سے' قصر صدارت سے نکلا کوئی مر کے نکلا۔

تو پھر اس کا طریقہ کار کیا ہو؟ کیا یہ طریقہ صحیح ہے جو ہمارے ہاں مذہب کے نام پر گولی چلانے کا قتل و غارت کا چل رہا ہے؟ ہرگز صحیح نہیں' یاد رکھیں! فساد کا علاج فساد نہیں ہے۔ فساد کو فساد سے روکنے سے مزید فساد بڑھتا ہے۔ ایک آدمی جس نے دس قتل کئے ہوں بجائے اسے قانون کے سامنے پیش کرنے کے اگر ہم اس کو خود قتل کر دیتے ہیں تو یہ گیارہ قتل ہوں گے فساد نہیں رکے گا' اس گیارہویں قتل کے بھی اثرات آئیں گے۔ قتل کرنے والوں نے کیا کمایا؟ کیسے کیسے نیک' کیسے کیسے جید عالم' کیسے کیسے علمی آسمان کے ستارے ان قتل کرنے والوں نے' کیسے کیسے لوگ خاک میں ملا دیئے۔

حاصل نتیجہ کیا ہوا۔ آج اگر آپ نام گننا چاہیں تو گزشتہ دس سالوں میں ایسے ایسے جید عالم شہید ہوئے جن کی نظیر شاید ہمیں کبھی نصیب نہ ہو۔ یہی حاصل ہوا نا کہ یہ راستہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح راستہ یہ ہے کہ تجزیہ کر کے عام آدمی کو بتایا جائے' حکومت کو بھی بتایا جائے لیکن

www.naqshbandiaowaisiah.com



عام آدمی کو بھی بتایا جائے کہ تمہارا ملکی بجٹ اتنا ہے' یہ ضرورت ہے جو ملکی بجٹ ہے کہ دفاع پہ اتنا خرچ ہوتا ہے تعلیم پہ اتنا خرچ ہوتا ہے۔ ہسپتالوں پہ اتنا خرچ ہوتا ہے بجلی پہ اتنا ہوتا ہے پانی پہ اتنا ہوتا ہے سارے جو بجٹ کے شعبے ہیں اور آل (Over all) اتنی رقم بنتی ہے۔ اب ذرا یہ دیکھا جائے کہ ملک میں صاحب نصاب کتنے لوگ ہیں' پورے ملک کی زکوۃ کتنی بنتی ہے۔ پورے ملک میں عشر کتنا بنتا ہے' پورے ملک میں قربانی کے چمڑے کتنے ہوتے ہیں۔ جانوروں پہ زکوۃ ہے اونٹوں پہ ہے گائے بھینس پہ ہے بکریوں پہ ہے زمین پر عشر ہے سرمائے پہ زکوۃ ہے اگر یہ اندازہ لگایا جائے' میرا ذاتی اپنا جو لم سم کیلکولیشن کی ہے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم ملکی بجٹ سے پانچ گناہ سرمایہ زیادہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ عشر زکوۃ اور قربانی اور جو صدقات لوگ دیتے ہیں وہ اس سے الگ ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے زکوۃ کے مصارف کا۔ قرآن میں مصارف موجود ہیں۔ کیا قرآن میں مقروض مصارف زکوۃ میں نہیں ہے؟ تو یہ تو چودہ کروڑ مقروض ہیں یہودیوں کے۔ اگر فرد واحد کی گردن چھڑانے پہ زکوۃ دی جاسکتی ہے تو چودہ کروڑ مسلمانوں کی گردن آزاد کرنے پہ کیوں نہیں لگتی' کیوں نہیں یہ قرض اتارتے؟ تعلیم حق ہے ہر مسلمان کا اور اس زکوۃ کے پیسے سے تمام دینی مدارس کی ساری ضرورتیں باعزت طریقے سے پوری کی جائیں۔ دینی مدارس کو کیوں چندے مانگنے پڑیں۔ اساتذہ کا معیار مقرر کیا جائے اعلیٰ تنخواہیں دی جائیں ان کی رہائش بنائی جائے بچوں کے ہاسٹل بنائے جائیں تعلیم مفت کتابیں مفت دی جائیں غذا مفت دی جائے دنیوی ساری تعلیم کم از میٹرک تک ہر بچے کو کتابیں اس فنڈ سے دی جائیں' ہر بچے کو سکول پہنچانے کی گاڑی اس فنڈ سے دی جائے۔ فری تعلیم دی جائے اساتذہ کو مناسب تنخواہیں دی جائیں اچھے سکول بنائے جائیں۔ ایک حصے سے قرض اتارا جائے اور زکوۃ تب تک زکوۃ ہے جب تک بیت المال میں نہیں آتی' جب بیت المال میں آجاتی ہے تو وہ بیت المال کا حصہ بن جاتی ہے اور امیر کی صوابدید پر ہو جاتی ہے کہ جہاں ملک اور قوم کی اشد ضرورت ہے تو قوم کی اور ملک کی بقا سب سے اہم معاملہ ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں کوئی انفرادی زکوۃ نہیں دیتا تھا عاملین زکوۃ مقرر تھے جو زکوۃ سے تنخواہ پاتے تھے' زکوۃ جمع ہوتی تھی اور بنیادی طور پر معاشی نظام کے استحکام کا سبب بنتی تھی۔ مولفین قلوب کو دی جاتی تھی جو نئے مسلمان ہوتے تھے گھر بار چھوڑ کے سامان چھوڑ کے آجاتے تھے انہیں بسایا جاتا تھا پھر اگر آج آپ کا یہ زکوۃ کا نظام اس طرح سے بن جاتا ہے تو جو ٹیکس ریونیو میں لگے ہوئے ہیں' کپڑے پہ کھاد پہ زمین پر اٹھنے پہ بیٹھنے پہ ٹیلی فون پہ بجلی پہ ان کا مقصد تو یہ ہے نا کہ یہ ان کاموں پہ پیسہ لگایا جاتا ہے ان کاموں کا شعبہ جب دوسری طرف آجائے تو کیا یہ سو میں سے پچھتر فیصد ٹیکس معاف نہیں ہو جاتے تو اگر عام آدمی کے بچے کو تعلیم مفت مل سکے اسے علاج معالجے کی سہولتیں مفت مل جائیں یہ ٹیکس جو ہیں یہ پچھتر فیصد معاف ہو جائیں اب ہمارے ٹیکسوں کی ریشو ستر پرسنٹ ہے یعنی سو روپے کی چیز جو آپ بازار خریدنے جاتے ہیں وہ چیز تیس روپے کی ملتی ہے ستر ٹیکس میں جاتے ہیں تو اگر یہ ستر معاف ہو جائیں سو کی چیز تیس روپے کی ملے تو جس آدمی کی پندرہ سو تنخواہ ہے وہ بھی کلف لگا کر گزارا کر سکتا ہے وہ بھی اپنی پگڑی کو کلف لگا کر پہن سکتا ہے کہ ہزار روپے میں اس کا مہینہ گزر جاتا ہے لیکن اس کا یہ حل نہیں ہے کہ تنخواہ بڑھا دیں گے سو روپیہ تنخواہ بڑھائی دو سو روپیہ مہنگائی بڑھا دی ادھر دس ٹیکس اور لگا دیئے ادھر سو روپے تنخواہ بڑھائی ادھر خرچ جو ہے مہینے کا اوور آل پانچ سو روپے بڑھ گیا تنخواہ ایک سو روپے بڑھی۔

تو اسلامی ریاست جس کا تصور ہم رکھتے ہیں' اسلامی ریاست جس کا مطالبہ ہم رکھتے ہیں'

**اساتذہ کا معیار مقرر کیا جائے' اعلیٰ تنخواہیں دی جائیں ان کی رہائش بنائی جائے' تعلیم مفت' کتابیں مفت دی جائیں**

www.naqshbandiaowaisiah.com



اسلامی ریاست جس کے لئے ہم جان دینا چاہتے ہیں یہ محض جان دینے سے نہیں پہلے اس کا پورا سٹرکچر بنایا جائے اور یہ تجزیہ جو میں عرض کر رہا ہوں اسے عام مسلمان تک پہنچایئے۔ تاجروں سے کہیے کہ وہ ہڑتال مفت میں نہ کریں وہ کہیں ہم زکوٰۃ دیتے ہیں پہلے زکوٰۃ جمع کرواگر اس سے آپ کی ضرورتیں زائد ہوگئیں تو ہم ٹیکس دیں گے اور شرعاً جائز ہے کہ اگر عشر اور زکوٰۃ صدقات کے بعد حکومت کی ضرورتیں پوری ہوں تو ان ضرورتوں کی تکمیل کے لئے حکومت کو ٹیکس لگانے کا اختیار ہے اور جب وہ ضرورت پوری ہو جائے تو اس ٹیکس کو برقرار رکھنے کا اختیار حکومت کو نہیں ہوتا اس ٹیکس کو ختم ہو جانا ہے۔ یہ تھوڑا ہے پل بنایا جی اس پر دس کروڑ خرچ آ گیا۔ اچھا! اس پر ٹول ٹیکس لگاؤ ٹول ٹیکس لگ گیا اس کے سو کروڑ جمع ہو گئے تو ٹول ٹیکس بھی چل رہا ہے۔ بھائی پل دس کروڑ کا بنا تھا آپ نے دس کروڑ روصول کر لئے بات ختم ہوگئی اب اس کی جان چھوڑ دو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جب پل بنایا تو کیا ملک کے شہریوں کا حق نہیں کہ ان کے لئے پل بنائے جائیں' کس بات کا ٹیکس لیتے ہیں آپ؟ پھر اس کی قیمت کس طرح وصول کرتے ہیں آپ سڑک بناتے ہیں تو ہر گاڑی سے بس سے ٹرک سے کار سے جیپ سے آپ ٹوکن لیتے ہیں۔

**That token money is for the road.**

اسی میں پل بھی آتے ہیں' پھر پل کا الگ لینے کا کونسی تک بندی ہے۔ اک یہ پل بنا تھا راوی کا' جنرل موسیٰ گورنر مغربی پاکستان نے اس کا افتتاح کیا تھا۔ تب سے اب تک اس کا چار پانچ کروڑ کا سالانہ ٹھیکہ ہوتا ہے وہ سال میں دس کروڑ لوگوں سے وصول کرتے ہیں۔ تو ان ساری چیزوں سے جان چھڑانے کا اب یہ طریقہ ہے کہ دو اور دو چار کی طرح اس کا تجزیہ کیا جائے یہ تجزیہ حکمرانوں کو پیش کیا جائے' جو وہ نہیں مانیں گے اس لئے کہ ان میں ان کی اپنی عیش کی کوئی مد نہیں ہے۔ اگر مان جائیں تو ان کے لئے بھی سعادت ہے کہ دین اور دنیا دونوں ان کے سدھر جائیں دنیا اور آخرت سدھر جائے۔ اللہ کرے مان جائیں مسئلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر نہ مانیں تو عام مسلمان کو خبر تو ہو' پھر وہ اس کے مطالبے کے لئے نکلے تو سہی' کسی بندوق کی ضرورت نہیں ہے'

**علماء کو آگے لا ئیے قیادت ان کا حق ہے انہیں قیادت دیجئے**

دس لاکھ بندے صرف تسبیح لیکر اسلام آباد کی طرف چل پڑیں میں دیکھتا ہوں انہیں کون روکتا ہے' کون سا اژدہا انہیں نگل جائے گا' کونسی فوج انہیں کھا جائے گی' کون سی پولیس انہیں بند کر دے گی؟ ہمارا جو دس دس بارہ بارہ پندرہ پندرہ لاکھ کا اجتماع تبلیغی جماعت کا رائے ونڈ میں ہوتا ہے اگر رائے ونڈ سے ایک اجتماع اسلام آباد کو چل پڑے' کون روکے گا اسے؟ اور وہ دس لاکھ چلیں اگر تو اسلام آباد پہنچنے تک اسی لاکھ ستر لاکھ سو لاکھ ہو جائیں گے۔ ہر مسلمان جہاں سے گزریں گے ساتھ چل پڑے گا کہ میں بھی نفاذ اسلام کے لئے ساتھ ہوں۔ مقصد بندے مارنا' افراتفری پھیلانا یا فساد کرنا نہیں ہے۔ مقصد لوگوں کو موت دینا نہیں ہے' نوید حیات دینا ہے' بندوں کے مسائل بڑھانا نہیں بندوں کو مسائل سے نجات دلانا ہے۔ تو اب ہم کس سے لڑیں؟ اب اپنی فوج سے لڑیں؟ فوج کون ہے؟ میرا بیٹا ہوگا' میرا بھائی ہوگا' میرا بھتیجا ہوگا' میرا بھانجا ہوگا' آپ میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی لخت جگر ہوگا فوج میں۔ فوج کس کو مارے گی؟ اپنے باپوں کو' بھائیوں کو' چچاؤں کو اور ہم کس کو ماریں گے۔ اس لئے یہ ایک تحریک کی ضرورت ہے جس میں قوت ہو جس میں شدت ہو' جس کا موقف فلاح ہو' دوسروں کی بھلائی پہ ہو اور جس کی آپ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اسے سمجھائیں بھی۔ ڈاکٹر ایریشن تو کرتا ہے مریض کی بہتری کے لئے لیکن پہلے اسے سمجھاتا ہے پھر اس سے اجازت لیتا ہے تب زخم کھولتا ہے۔ راستہ گزرتے کسی کو پکڑ کر نشتر سے اس کا زخم چھید دو کہ جی تمہارا اس سے مواد نکل جائے گا صحت مند ہو جاؤ گے تو وہ آپ کے گلے پڑے گا۔ اسے بتائیں تو سہی۔ مسلمانوں کو یہ فلسفہ یہ تھیوری سمجھایئے' ہر ایک ساتھی اپنی ذمہ داری سمجھ کر دوسرے ساتھیوں کو سمجھائیں۔ ہر مسلمان ہمارا ساتھی ہے اور ہر شہری پاکستان کا ہمارا ساتھی ہے ہم ہر ایک کا بھلا چاہتے ہیں وہ مسلمان ہے یا مسلمان نہیں ہے معاشی ضرورتیں اس کی بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com


ہیں تعلیم اس کا بھی حق ہے عزت مال جان آبرو کا تحفظ اس کا بھی حق ہے۔ اور الحمد للہ آپ احباب کو اللہ کے نام پر اللہ کی محبت پر نبی اکرم ﷺ کی برکات سے آپ ﷺ کے اتباع کے لئے ایک صدی کی محنت نے جمع کیا ہے اب باری ہے اس پر پھل آنے کی اب آپ چودہ کروڑ تک نہیں تو چار کروڑ تک تو بات پہنچا ہی دیں۔ چودہ تک نہیں پہنچا سکتے تو چار کروڑ تک تو پہنچا دو۔ چار کروڑ بندے متفق ہو جائیں تو آپ کیا سمجھتے ہیں کوئی روک لے گا انقلاب کو؟ چودہ کروڑ میں سے چودہ لاکھ ون پرسنٹ ایک فیصد بندے آپ یہاں جمع کرلیں تو میں دیکھتا ہوں ان کی بات کون نہیں مانتا۔ چودہ کروڑ میں سے چودہ لاکھ تو ہوں اور چودہ کروڑ میں سے چودہ کو لیکر چل پڑیں تو ان چودہ کو مروانا ہی ہے۔ اس لئے اس موضوع پہ محنت کیجئے اگر آپ کو سمجھ آ گئی ہو تو دوسروں کو سمجھایئے نہ سمجھ آئی ہو تو اس کیسٹ کو پھر سن لیجئے اللہ کرے گا المرشد میں آ جائے گی کسی اخبار میں آ جائے گی کتاب ہاتھ میں رکھیے ان سب چیزوں کا مطالعہ فرمایئے علماء حضرات کو آگے لگایئے علماء کے بغیر کام نہیں بنتا علماء حضرات کی منت کیجئے جہاں دین کا علم ہوتا ہے وہاں بہت سی برکات ہوتی ہیں میرے آپ کے کہنے سے کسی عالم کے کہنے سے اسی جملے میں فرق آ جاتا ہے اس کی طاقت میں مخاطب پر اثر پذیری میں بہت سارا فرق پڑ جاتا ہے علماء کو آگے لگایئے قیادت ان کا حق ہے انہیں قیادت دیجئے اور محنت کیجئے کہ لوگوں کو اس مصیبت سے نکلنے کا راستہ تو بتایا جائے پھر اللہ انہیں توفیق دے گا خود نکلیں گے۔

## نفاذ اسلام کی برکات

کوئی **ٹیکس** نہیں ہو گا

لیکن **زکوٰۃ اور عشر** ہو گا

الاخوان نفاذ دین حق کیلئے کوشاں ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

# گلوبل اسلامک سٹیٹ۔

# اسامہ بن لادن کی طرف سے ایک خط؟

اکرام اللہ' لاہور

عیدالفطر کے موقع پر خاکسار کو ایک غیر متوقع مراسلہ موصول ہوا ہے' جس کے نیچے اسامہ بن لادن کا اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں نام درج ہے مگر دستخط نہیں ہیں۔ لفافہ کے باہر ایڈریس کے ساتھ خصوصی طور پر ذاتی توجہ اور پرسنل موٹے حروف میں کمپیوٹر کے ذریعے درج ہیں اور مکتوب دفتر روزنامہ ''نوائے وقت'' کی معرفت ارسال کیا گیا ہے جس میں گلوبل اسلامک اسٹیٹ کی ایک نئی اسلامی مملکت کے وجود میں لانے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مکتوب اور بھی بہت سے حضرات کو ارسال کیا گیا ہوگا' کیونکہ یہ پرنٹ شدہ رنگین عمدہ کاغذ پر تیار کیا گیا ہے اور لفافہ پر ڈاک خانہ کی مہر سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور ہی میں پوسٹ کیا گیا ہے۔ اس مکتوب کو فی الحال بغیر کسی تبصرہ کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے لیکن ایک بات ظاہر ہے کہ یہ ایک انقلابی سوچ کا حامل مکتوب ہے۔ اس کے پیچھے خط لکھنے والا خواہ اسامہ خود ہے یا پاکستان میں اس کا کوئی نمائندہ ادارہ' اس کا کھوج لگانا حکومت کی ایجنسیوں کا کام ہے۔ مکتوب کے باہر کراہ ارض کے نقشے پر موجودہ اسلامی ممالک کو سبز رنگ سے دکھایا گیا ہے اور یہ آیت کریمہ درج ہے۔ ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا'' مکتوب کے اندرونی صفحہ میں ایک دوسری آیت کریمہ درج ہے۔ ''اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔'' آخر میں تمام اسلامی ممالک کے نام درج ہیں جن کی موجودہ جغرافیائی حدود ختم کر کے ایک نئی وسیع مملکت وجود میں لانے کا عزم کیا گیا ہے اور اس کا نام گلوبل اسلامک اسٹیٹ تجویز کیا گیا ہے۔ اب مکتوب ملاحظہ فرمایئے۔

''فرزندان و دختران اسلام۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ آج عالم اسلام کو جو مسائل درپیش ہیں آپ بخوبی ان سے آگاہ ہیں ایسے میں ایک دردمند کی آواز کے طور پر میں آپ سے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت اسلام سے متعلق تحریکیں اور مختلف پلیٹ فارم دین اسلام کے غلبہ کے لئے جو کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی جگہ انتہائی قابل احترام ہیں آپ جس تحریک سے تعلق رکھتے ہیں وہ آپ کے اور ہم سب کے لئے باعث برکت ہے' آج امت مسلمہ کو ایک اجتماعی اور مضبوط ترین ٹارگٹ کی ضرورت ہے۔ جس پر لبیک کہتے ہوئے اس امت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کے لئے میدان عمل میں اس طرح کود پڑے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مثال قائم فرمائی تھی۔ آج کے نمرود فرعون اور قیصر و کسری دراصل اسرائیل اور امریکہ ہیں جنہوں نے پہلے تو ہمارے قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا۔ وہی مسجد اقصیٰ جس کی طرف رخ انور فرما کر سرکار رسالت مآبؐ نے نمازیں ادا فرمائیں اور اب ان نام نہاد طاقتوں کی ناپاک نگاہیں خانہ کعبہ اور مسجد نبوی پر مرکوز ہیں اور وہ خانہ کعبہ سے صرف **70** کلومیٹر دور اس گھناؤنی

www.naqshbandiaowaisiah.com



سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ آپ حضرت خالد بن ولید اور حضرت طارق بن زیادؓ کے جانشیں ہیں۔ آپ حضرت علیؓ کے مطلوب ہیں اور آپ اس نبیؐ کی امت ہیں جنہوں نے راتوں کو اٹھ کر ہمارے لئے دعائیں فرمائیں۔ آج عالم اسلام کا ہر فرد اس بات سے متفق ہے کہ دنیا میں موجود جو اسلامی ممالک علاقائی قومیت' مذہبی فرقہ واریت اور رنگ ونسل کے مطابق جغرافیائی حدود رکھتے ہیں ان کی خودساختہ حدود کو ختم کر کے ان 56 اسلامی ریاستوں کی بجائے اس پورے خطے کو واحد مملکت کا درجہ دے دیا جائے۔ جس میں انسانوں پر انسانوں کی حاکمیت نہ ہو' جس کا ایک اور صرف ایک خلیفتہ المسلمین ہو۔ اس وسیع مملکت کا دارالحکومت مکہ مکرمہ ہو۔ دفاع اور کرنسی ایک ہو۔ آئین قرآن مجید ہو۔ تمام اسلامی ممالک کی جغرافیائی حدود ختم کر کے جو وسیع مملکت وجود میں آئے گی اس کا نام گلوبل اسلامک اسٹیٹ تجویز کیا گیا ہے۔ میں آپ کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ الحمدللہ آج سے ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دینے کے لئے ایک انتہائی اہم اور مضبوط ٹارگٹ پر عمل کرنے کا کام شروع کر دیا ہے آپ کا تعلق جس تحریک یا تنظیم سے ہے' اسی پلیٹ فارم سے اپنی سوچوں کے مطابق اس ٹارگٹ کو اتنا پھیلائیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ نظریہ دو ارب مسلمانوں کے دل و روح کی مشترکہ آواز بن جائے تاکہ فوری طور پر عملی اقدامات کئے جاسکیں۔ فرزندان و دختران توحید آج کا وقت آپ کے لئے حیات نو بھی ہے اور حیات مستعار بھی' آخری گنے چنے سالوں کا کاؤنٹ ڈاؤن شروع ہو چکا ہے۔ ایجنڈا آپ کے سامنے ہے اور منزل اللہ تعالیٰ نے آپ کی دسترس میں دی ہے۔ معرکہ کربلا کے ہیروز کی طرف سے شروع کی جانے والی جدوجہد قریبی سالوں میں اپنے منطقی انجام تک پہنچنے والی ہے۔ معرکہ بدر کا ہیرو 1400 سال کی قیامت خیزی سے سرخرو ہو کر نکلے گا۔ انشاء اللہ

مسلمانو! طوفان بن کر اٹھو اور طاغوتی قوتوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین خادم اسلام ------ اسامہ بن لادن۔


اسلام کی حاکمیت کیلئے
ہر قربانی دیں گے

منجانب نورالرحمٰن لودھی' حفیظ الرحمٰن لودھی رحمان آئلز

لال ملز چوک' فیکٹری ایریا فیصل آباد فون نمبر 618946-624353

www.naqshbandiaowaisiah.com



# نفاذِ اسلام کی طرف پہلا قدم

تحریر۔ سیف الرحمن سیف (میانوالی)

انسان سب سے پہلے اپنے طبعی یا جغرافیائی ماحول سے روشناس اور ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اگر وہ اس جغرافیائی ماحول سے نباہ کی قابلیت نہیں رکھتا تو وہ زندہ نہیں رہ پاتا۔ اس طبعی ماحول کے ساتھ ساتھ وہ ایک دوسرے ماحول کا بھی خالق ہے جسے وہ تہذیب وتمدن کا نام دیتا ہے۔ اس نے اپنی اس اجتماعی زندگی میں سوچ و بچار کے طریقے بنا رکھے ہیں۔ انسان کا پیدا کردہ یہ ماحول معاشرتی کہلاتا ہے۔ اس ماحول کے تقاضے اپنی جگہ بہت اہم ہیں اور کوئی بھی کھلم کھلا اس ماحول سے جنگ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرنے کی جرات کرے گا تو معاشرہ اسے اپنے آپ میں سے نکال باہر پھینکتا ہے۔

ہر معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ وہ سدا زندہ و پائندہ رہے اور پھولے اس کے اندر خوشحالی کا دور دورہ رہے اس کے افکار وعقائد' نظریات' اقدار و روایات روبہ ترقی رہیں۔ علوم وفنون میں وسعت پیدا ہو اور اس نے تمدنی ورثے کے طور پر یا اپنی کوششوں سے جو کچھ پایا اسے تحفظ و استحکام حاصل ہو۔

قرون اولیٰ کے بعد سے آج تک ہمیں ایسے قدآور افراد کی تلاش تھی جن کے دامن میں دانش بھی ہو اور تجربہ بھی ہو اور جو حکومت کو صحیح مشورہ دے سکیں اور معاملات کو بالغ نظری سے چلا سکیں کیونکہ مفاد پرست اور بے مغز اشخاص جو کہ عوام اور صوبوں کی نمائندگی کے لئے چنے جاتے رہے ہیں' کی وجہ سے اہل وطن کا سیاسی نظام پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے اور یہ کمی اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی صورت میں پوری کر دی ہے۔ حضرت جی مدظلہ العالی ایسے افراد میں سے ایک ہیں جن سے یہ خلا پورا ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ایک ایسے مفکر' ولی کامل اور انقلابی رہنما ہیں جنہوں نے فسطائیت کے صحرا میں خیمہ لگا کر حق پرستی کا درس دے کر عوام کے دل جیت لئے ہیں۔ میرے شیخ مدظلہ العالی ایک ایسے سپیشلسٹ ہیں جو ہر میدان میں نظریاتی جنگ لڑ کر عوام کو گمراہی کی ذلت سے نجات دلانے کے خواہش مند ہیں۔ ان کی جدوجہد کا مقصد خدا کی زمین پر خدا کے نظام کا قیام ہے اور اس کے لئے وہ ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

یہ بات فراموش نہ کیجئے کہ آج ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں اس میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلامی نظام ہے اگر ہم پاکستان یا عالم اسلامی کو اس بھیانک خطرے سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان و آغاز کریں اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اس کی دعوت دیں۔ اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہو گئے تو قدرتی طور پر وحدت اسلامی قائم ہو جائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں اور جو اشتراک وسرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کے لئے مضبوط دیوار کا کام دے گی۔ وگرنہ ہم تو ایک انتہائی سنگین صورت حال میں دھنستے جا رہے ہیں۔ قیادتیں ابھرنے کی بجائے بیٹھتی جا رہی ہیں اور ان میں بپھری ہوئی عوام کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت روز بروز کم ہو رہی ہے۔ انہوں نے عافیت اسی میں سمجھی ہے کہ چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو۔ ایسی فضا میں تعمیری پروگرام کے لئے کوئی گنجائش نہیں کیونکہ قوم کی تعمیر مضبوط بنیادوں پر صرف ایک صورت میں ہو سکتی ہے کہ حکمران بھی اپنے طور وطریق بدل ڈالیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے اندر مظاہرے اندرونی مسائل سے زیادہ بیرونی ایشوز پر ہوتے ہیں۔ ہم نے آج تک شہروں کی زبوں حالی' ٹریفک کی بدنظمی' پست معیار تعلیم' صفائی کے ناقص انتظامات' سرکاری افسروں کے غیر جمہوری رویوں اور اس غلط نظام کے خلاف کسی سیاسی جماعت کا مظاہرہ نہیں دیکھا۔ ہسپتال لاپرواہی کے باعث قتل گاہیں بنتے جا رہے ہیں' کالج اور یونیورسٹیاں اعلیٰ کردار کے انسان تیار کرنے کی

www.naqshbandiaowaisiah.com



بجائے اعلیٰ مقصد سے عاری نسل تیار کر رہے ہیں۔ سرکاری محکموں اور اداروں کی غفلت سے لاکھوں شہری عذاب میں مبتلا ہیں مگر ان ایشوز پر لوگ سڑکوں پر نہیں آتے۔ ہماری قوم کا مزاج بگاڑنے میں سب سے زیادہ حصہ مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کا ہے مگر اب ہمیں ٹھنڈے دل و دماغ سے ایک بڑا فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم جذبات کی طغیانیوں ہی میں بہتے رہنا چاہتے ہیں یا کہیں ٹھہر کر کچھ تعمیر بھی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے سیاستدان اپنی جھوٹی انا پر بڑے بڑے قومی مقاصد قربان کر دیتے ہیں مگر اب ہمیں سیاست کے انداز' انتخابات کے اطوار اور اقتدار کے نازو نیاز یکسر تبدیل کرنے ہوں گے۔ ہمارے جمہوری ادارے ہوا ہی میں معلق رہتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں انہیں قوت یا نظم فراہم کرنے کی بجائے انہیں مچھلی گھر بنا دیتی ہیں اور کچھ عرصے بعد سارا ڈھانچہ دھڑام سے گر جاتا ہے۔ پھر ہمارے انتخابات سیاسی کرپشن کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اگر آپ کے پاس دولت ہے' کسی برادری کی پشت پناہی حاصل ہے' اقتدار کا ریموٹ کنٹرول جن عناصر کے ہاتھ میں ہے ان سے گہرا رابطہ ہے تو آپ کو ٹکٹ بھی مل جائے گا اور وزارت خود آپ کے پاس چل کے آئے گی خواہ آپ بالکل ان پڑھ اور قومی امور سے مطلقاً نابلد ہوں۔ بڑی اور صحت مند تبدیلی کی بجائے پرانے سیاسی کھیل ہی کو اہمیت دی جاری ہے۔ ٹکٹ کی درخواست دینے کے لئے اتنے زیادہ روپے رکھے گئے ہیں کہ غریب لوگ ادھر کا رخ ہی نہ کریں۔ ہماری حکومت کا یونیورسٹیوں' تحقیقی اداروں اور قوم کے ابھرتے ہوئے ٹیلنٹ کے ساتھ کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ خارجہ پالیسی میں یونیورسٹی کے پروفیسر شریک نہیں کئے جاسکتے کہ رازوں کے افشا ہونے کا ڈر ہے۔ یہ انداز فکر وزارت خزانہ کا ہے۔ دفاع کے معاملات اور بھی نازک ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو امراء اپنی صلاحیتوں یا سفارشوں کے ذریعے حکومت میں داخل ہوتے ہیں' وہ امین بھی ہو سکتے ہیں اور ہر بات کو جاننے والے بھی۔ ان سے باہر امانت ہے نہ صلاحیت۔ اسی لغو سوچ نے حکومت کو بانجھ بنا دیا ہے۔

ہماری اب تک نہ کوئی انفارمیشن پالیسی ہے اور نہ ہی کوئی میڈیا پالیسی۔ حکومتوں کی ترجیحات میں غالباً یہ بات شامل ہی نہیں کہ عوام کے ذہنوں میں اترنے اور بسے رہنے کے کیا کیا سائنٹیفک راستے ہیں اور ان کی کیا اہمیت ہے۔ مگر اب حکومت کو نئے خطوط پر میڈیا پالیسی کی تیاری میں یونیورسٹیوں اور اخبارات کے باوقار مدیروں سے تعاون حاصل کرنا ہوگا۔ سرکاری افسر ایک حد سے آگے دیکھ نہیں سکتے اور سوچ نہیں سکتے اور سیاست دانوں کو اپنی پروجیکشن کے سوا کسی بات سے دلچسپی نہیں۔ لگتا ہے حکومت کے اندر ابھرتی ہوئی صورت حال کے نفسیاتی عوامل کا تجزیہ کرنے والے دماغ موجود ہی نہیں ہیں یا وہ کسی اور کام کاج میں لگے رہتے ہیں۔ ارباب حکومت کی عاقبت نا اندیشی' بے عملی اور بے تدبیری نے قوم کو ذہنی اور فکری انتشار میں دھکیل دیا ہے مگر اب حکومت کو جلد از جلد فیصلہ کرنا ہوگا کہ عوام تک حقائق اور معلومات پہنچانے کا کیا نظام وضع کیا جائے۔ ہر بات چھپانے اور سرد خانے میں ڈالنے کی حکمت عملی عام شہری کے اندر شدید ردعمل پیدا کرتی ہے جو کہ سیاسی نظام کے لئے بہت ہی مہلک ہے۔ حکمران اور عوام کے درمیان سیاسی رشتے کے علاوہ مضبوط ذہنی اور تہذیبی رشتہ بھی ہونا چاہئے۔ پیغامات کی فری کوئنسی ایک نہ ہو تو غلط سمتوں سے سگنل آنے لگتے ہیں جو تیسری دنیا کے ترقی پذیر ملکوں میں کسی وقت بھی طوفان اٹھا سکتے ہیں۔ ہم اسی لئے سیاسی مفاہمت اور بصیرت کے بعد دوسری اطلاعات کو اہم ترجیح تصور کرتے ہیں۔ حکومت کو ردعمل کا شکار ہونے کی بجائے خود ابلاغ کی ایک متوازن اور صحت مند روایت قائم کرنی ہوگی۔ جس طرح ہر دستاویز کو کنفیڈینشل قرار دینا قوم کی ذہنی بلوغت پر اثر انداز ہوتا ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ کھل جانا بھی فتنوں کو جنم دیتا ہے۔ حکومت کو اسی طرح اقتصادی اصلاحات کے لئے ذہنی طور پر عوام کو تیار کرنا چاہئے اور ہر قدم کے بارے میں ساری تفصیلات بتانی چاہئیں۔ ابھی سے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے عام آدمی کا بوجھ ہلکا ہو کیونکہ اب تک جتنے بھی اقدامات ہوئے ہیں ان سے فائدہ اٹھانے والے زیادہ تر مراعات یافتہ طبقے ہیں۔ اسی طرح رزق حلال کے دروازے کھول دینے کے لئے ٹیکس کا نظام فوری طور پر بدلا جانا چاہئے اور ترقیاتی کاموں کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے فوجی

www.naqshbandiaowaisiah.com



قیادت کو ترقیاتی عمل میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ مفاہمت کی مثلث کا تحفظ ضروری ہے۔ اس کے لئے طرز حکمرانی تبدیل کرنا اور حکومت اور عوام کو مل جل کر آئندہ کے عالمی نظام کے اندر پاکستان کے لئے ایک باوقار مقام حاصل کرنا ہوگا۔

مکمل اسلامی حکومت' حکومت راشدہ ہوتی ہے۔ لفظ رشد حکومت کے انتہائی اعلیٰ معیار حسن وخوبی کو ظاہر کرتا ہے جس کے معنی ہیں کہ حکومت کے کارکن اور مملکت کے عوام کو نیکوکار ہونا چاہئے۔ قرآن نے حکومت اسلامی کی یہی غرض و غایت قرار دی ہے کہ وہ انسانوں کے اپنے دائرہ اقتدار میں نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔

اسلام آج کل کی سرمایہ پرستی کے خلاف ہے۔ اسلامی حکومت اپنے خاص طریقوں سے جو اشتراکی طریقوں سے الگ ہیں' جمع شدہ سرمایہ کی مناسب تقسیم کا حکم دیتی ہے۔ اسلامی حکومت شخصی ملکیت کی نفی نہیں کرتی مناسب حد تک مال رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ زائد سرمایہ کے لئے ملی بیت المال قائم کرتی ہے جس میں سب کے حقوق مشترک ہیں اور اس سرمایہ کی تقسیم سے سرمایہ اور افلاس کے درمیان توازن واعتدال کو بحال رکھتی ہے۔ شوریٰ اسلامی حکومت کی اصل ہے۔ (وامر ہم شوریٰ بینہم) اسلامی حکومت دنیا میں پہلا ادارہ ہے جس نے شہنشاہیت کو ختم کیا محض توریث یا جبر واستبداد کے راستوں سے بادشاہ بن بیٹھنا اور اسی طرح ڈکٹیٹر شپ قائم کرنا اسلام کے منشاء کے سراسر خلاف ہے۔

اس کے بعد دینی حکومت کی خرابیوں کا جہاں تک تعلق ہے جواب میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ علوم وتحقیق کی روشنی میں موجودہ ترقی یافتہ حکومتوں کے طور طریقوں کو خلفائے اربعہ کے بے داغ عہد حکومت کے مقابلے میں رکھ کر مفاد عامہ کے لحاظ سے وزن کر لیا جائے آج ظلم وجبر' عہد شکنی' کشت وخون' بربادی وہلاکت' باہمی دشمنی' عدم مساوات اور حقوق کی پامالی کی جو مثالیں دور بین کے بغیر نظر آ رہی ہیں خلفاء کے ترقی یافتہ عہد میں اس کا خفیف سا نشان بھی نہ ملے گا۔

کافی لوگوں کو یہ خیال گزرتا ہے کہ ابھی تک ہمارا کاروبار جس ڈگر پر چل رہا ہے اسلامی نظام اور آئین کا اعلان کر کے ہم اسے ایک دم کیسے بدل سکتے ہیں۔ یہ ہمارے اجتماعی حالات میں ایسا انقلاب عظیم ہوگا جو ہماری قومی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دے گا اور جس کے لئے ہمیں جدید کانسٹی ٹیوشن چلانے کے لئے کثیر تعداد میں مناسب رجال کار تیار کرنے پڑیں گے اور بہت طویل عرصہ درکار ہوگا۔ ان حضرات کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن اسلامی آئین ونظام کے اعلان سے غرض یہ ہے کہ مملکت کا اصلی نصب العین اور اس کی انتہائی منزل مقصود واضح ہو جائے تاکہ اس روشنی میں ہمارا جو قدم اٹھے وہ ہم کو آخری منزل سے قریب تر کرنے والا ہو۔ یہ کام ظاہر ہے بتدریج ہو سکتا ہے۔ جو کام فی الحال کئے جا سکتے ہیں وہ فوراً کرنے ہوں گے اور جن کاموں کے لئے سردست حالات سازگار نہیں کہ وہ فوراً نفاذ پذیر ہوں ان کے لئے حالات کو ساز گار بنانے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لائی جائے گی۔ بہر حال انسان اسی چیز کا مکلف ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صوفیاء کرام اور صالحین جب بھی کسی کام کے پیچھے لگ گئے وہ ہو کر رہا۔ آج پاکستانی نظام یہودی لابی کی رنگین داستان سے جنم لینے والی ایک ایسی اداکارہ ہے جس نے پوری قوم کی ناک میں دم کر رکھا ہے لیکن علمائے حق اور صوفیاء اب شریعت کی بالادستی کی قندیل لیکر اس کے باطل خانوں میں پہنچ گئے ہیں اور اسے روشن کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہر ایک کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ صوفیاء کی جنگ مریض سے نہیں مرض سے ہوتی ہے اور صوفیاء باطل نظام اور برائی کے امراض کے خاتمہ کے لئے جہاد جاری رکھیں گے۔ الحمدللہ الاخوان نے تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ اسلام کی تاریخ کا یہ نیا انقلابی باب بلاشبہ غزوۃ الہند کی بنیاد ہے۔ یہ سہرا بھی الاخوان کے سر ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی سنت میں اس دور کے بعد آج سرزمین اسلام پر خیمے سجے اسلام کے نفاذ کے لئے عملی کوشش ہوئی اور اسلام کے بیٹے اللہ کی راہ میں سر کٹوانے اور اس باطل نظام کو ہٹانے کے لئے اس جگہ خیمہ زن ہوئے ہیں جہاں عرفان کا سمندر موجزن ہے اور جہاں سے برکات نبویؐ اور انوارات وتجلیات کی ایک ولی کامل کے سینے سے روئے زمین پر بارش ہو رہی ہے اور نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ بلکہ دوسرے سلاسل بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔